قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں

تجدید ایمان

ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن

دار البلاغ

PUBLISHED BY

DAR-UL-BALAAGH

PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

2nd Cross Rajyothsava Nagar, R.G. Road,

Bellary, 583101 KARNATAKA, INDIA

Tel No: + 91(8392) 274372 Mobile No: + 91- 9844008386

www.allaahuakbar.net - www.islamhouse.com

iqrabel@yahoo.com - iqra@dartawheed.com

فہرست

مضمون	صفحہ نمبر

شرک اور اس کے متعلقات

شرک اکبر کی اقسام......شرک فی الذات

شرک فی الصفات

صرف اللہ ہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے

وفات النبی ﷺ

حقیقتِ وسیلہ

طاغوت

اسلام میں سنت کی اہمیت

عرض ناشر

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی دینی حالت کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عقائد واعمال میں کس قدر راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں، باطل کو حق سمجھ بیٹھے ہیں اور حق کو باطل، ایسی ناگفتہ بہ صورتحال میں ہر صاحب علم وبصیرت مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دین کی صحیح تعلیمات کو اس کے اصلی مصادر قرآن وسنت کی روشنی میں امت کے سامنے پیش کرے؛ تاکہ حق واضح ہوجائے اور باطل سرنگوں ہو.

اسی ذمہ داری کے زیر احساس ۱۴۲۳ھ میں ہندوستان کے صوبہ کرناٹک کے ضلع بلہاری میں ''دارالبلاغ'' کا قیام عمل میں آیا، جو اپنی بے سروسامانیوں کے باوجود دعوت حق کے لیے کوشاں ہے، اس کا اولین نصب العین صحیح اسلامی عقیدہ کی نشر واشاعت اور باطل عقائد ونظریات کی پردہ کشی اور اس کی تردید ہے؛ کیونکہ عقیدہ کی اصلاح ہر مسلمان کا اولین فریضہ اور نجات کا واحد راستہ ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، جسے ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ نے ترتیب دیا ہے.

انہوں نے اس کتاب میں توحید کی اہمیت اور اقسام کے بیان کے ساتھ ساتھ شرک کا رد کیا ہے. اہل شرک جو دلائل دیتے ہیں ان کا شافی جواب ہے. تحریر جامع، سلیس اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی آیات اور احادیث رسول ﷺ کے حوالوں سے مزین ہے.

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے فلاحِ دارین کا سبب بنائے، آمین.

آپ کا بھائی

ابوعبداللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِه: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللّٰه حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾.

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جب نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آ سکے گا اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آ سکے گا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا [شیطان] تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے'' [لقمان :33].

شیطان انسان کا ازلی اور اصلی دشمن ہے، شیطان کا وجود اور اس کے وسوسے انسان کے لیے چیلنج ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے'' [بخاری: 2035، مسلم: 2175].

اس لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دشمن سمجھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا، إِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهُ لِيَكُوْنُوْا مِنْ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾.

''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو، وہ اپنی جماعت کو بلاتا ہے تا کہ وہ دوزخ والوں میں ہو جائیں'' [فاطر: 6].

شیطان کے وار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو اللہ کی معرفت حاصل ہو، اسے علم ہو کہ اللہ کی ذات اسے ہر وقت دیکھ رہی ہے، اس کی ہر بات سن رہی ہے، وہ اللہ اپنی نافرمانی پر سزا دیتا ہے اور اپنی فرمانبرداری پر خوش ہوتا ہے، اس حقیقت کو اللہ نے یوں بیان فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴾.

''اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں'' [فاطر: 28].

جس قدر زیادہ اللہ کی معرفت اور جتنا پختہ اللہ پر یقین ہوگا، اسی قدر ایمان مضبوط ہوگا، چونکہ نبی رحمت ﷺ سب سے زیادہ علم و معرفت رکھتے تھے، اس لیے فرمایا:

''مجھ پر جنت اور جہنم پیش کیے گئے تو میں نے خیر و شر کے سلسلے میں آج جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا، اور جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جان جاؤ تو تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ''.

[مسلم: 2359، بخاری: 4621].

معلوم ہوا کہ گناہوں کے ارتکاب کا سب سے بڑا سبب اللہ کے حضور پیش آنے والے حالات سے غفلت، بے علمی اور ایمان کی کمزوری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار جنت اور جہنم کے احوال بیان فرمائے ہیں.

جنت اور جہنم کی ان تفصیلات کو من و عن تسلیم کر لینا ہی ایمان بالغیب ہے جو ہدایت کے لیے شرط اول ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ [البقرہ: 1,2].

''اس میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں''.

جتنا ایمان بالغیب مضبوط ہوگا، جنت اور جہنم پر یقین بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا، اور جس کا ایمان بالغیب کمزور ہوگا اس کا جنت وجہنم پر یقین بھی اتنا ہی کمزور ہوگا، جو شخص اپنے اندر جنت کے حصول کی طلب نہیں پاتا اور جہنم سے بچنے کی فکر نہیں رکھتا اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے، اہل ایمان تو اللہ کی آیات سن کر یوں پکار اٹھتے ہیں:

﴿رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِياً يُّنَادِىْ لِلإِيْمَانِ أَنْ آمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا﴾.

''اے ہمارے رب! ہم نے ایمان کی طرف دعوت دینے والے کی پکار سنی کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے'' [آل عمران: 193].

اہل ایمان کو یاد رکھنا چاہئے کہ جہنم کا ایک لمحہ تو دور کی بات ہے اس کی صرف ایک جھلک ہی انسان کو دنیا کی ساری نعمتیں، آسائشیں اور عیش وعشرت بھلا دینے کے لیے کافی ہے اس لیے مسلمان کو اپنے ایمان کی آبیاری قرآن وسنت اور سیرت صحابہ سے کرتے رہنا چاہیے، تاکہ ایمان خالص سے وجود پذیر شجرۂ طیبہ کی بلندیاں آسمان کو چھوتی رہیں، اور اس کے خوشبودار اور لذیذ پھل ہر دم اترتے رہیں، اور وہ حقیقی مسلم بننے کی کوشش کرتا رہے، حقیقی مسلمان بننے کے لیے شرط اول یہ ہے کہ اسے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے معنی اور مفہوم کا علم ہو، اسے معلوم ہو کہ کلمہ پڑھنے کے بعد کن عقائد کو تسلیم کرنا پڑے گا اور کن عقائد کی اسے تردید کرنی پڑے گی، کس طرز عمل کو اختیار کرنا پڑے گا اور کس طرز عمل سے اسے بچنا پڑے گا، کیونکہ بعض اقوال وافعال اور اعتقادات ایسے ہیں جن کی بنا پر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنا فائدہ مند نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف جہاد کیا حالانکہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہتے تھے، اس لیے

ہمیں پوری بصیرت کے ساتھ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنا چاہیے اور اللہ کی شریعت سے متضاد قول وفعل اور اعتقاد کو پہچان کر ان سے بچنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم شرک وکفر میں مبتلا ہو کر ایمان حقیقی سے محروم ہو جائیں، کیونکہ بہت سے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہیں کہ انہوں نے اس کلمہ کا مطلب نہیں سمجھا، اس لیے وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی پکارتے ہیں، معاشرہ سے اہل باطل کا تسلط ختم کرنا بھی اسی وقت ممکن ہے جب اہل ایمان حق و باطل میں تمیز حاصل کر سکتے ہوں، یعنی توحید وسنت کو جاننے کے ساتھ ساتھ ان کو شرک و بدعت کی معرفت بھی حاصل ہوتا کہ ہر مشکل سے مشکل وقت میں بھی حق کا ساتھ دے سکیں اور شرک و بدعت سے بچ سکیں.

میں نے اپنے معاشرے کے حوالے سے توحید اور شرک میں فرق بیان کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توحید وسنت پر عمل کرنے اور شرک و بدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین].

خادم کتاب وسنت

سید شفیق الرحمٰن

توحید اور اس کے متعلقات

س: اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس لیے پیدا کیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات: 56].

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں''.

اور یہ بھی فرمایا: ﴿وَقَضٰی رَبُّکَ أَلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّا إِيَّاهُ﴾.

''اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' [بنی إسرائیل: 23].

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گدھے پر سوار تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا' معاذ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو کوئی شرک نہ کرے اسے عذاب نہ دے، میں نے عرض کیا کہ کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دوں، آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اسی پر بھروسہ کرلیں'' [بخاری: 2856، مسلم: 30].

س: توحید کو قبول کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

ج: جو شخص سچے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰه کہتا ہے، اور اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کرتا، اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور اس کا مقام جنت ہے:

﴿أَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُوْلٰٓئِکَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾.

''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی تو ایسے لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' [الأنعام: 82].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے'' [بخاری:32، مسلم:124].

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ نے جہنم کی آگ ہر اس شخص پر حرام کر دی ہے جس نے اللہ کی رضا مندی کے حصول کے لیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا''

[بخاری:425، مسلم:33.ک5ح263].

س: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں کیوں بھیجا؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾.

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، پس میری ہی عبادت کرو'' [الأنبياء: 25].

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی جائے اور لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں.

س: کیا مسلم بننے کے لیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ کے معنی جاننا ضروری ہیں؟

ج: مسلم بننے کے لیے شرط اول یہ ہے کہ اسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ کے معنی معلوم ہوں، اسے پتہ ہو کہ کلمہ پڑھنے سے اسے کن کن باتوں کو ماننا پڑے گا اور کن کن باتوں کا انکار کرنا پڑے گا، اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو فرماتا ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾.

''پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ [معبود] نہیں'' [محمد:19].

معلوم ہوا کہ کفر سے نکل آنے اور ایمان میں داخل ہو کر اپنے درجات بلند کرنے کے لیے علم اور اللہ کی معرفت شرط اول ہے.

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو اس حال میں مرجائے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، جنت میں داخل ہوگا'' [مسلم:26].

اس علم سے مراد دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہے.

س: کیا ایک مسلم کلمہ کے مفہوم میں شک کرسکتا ہے؟

ج: ایک مسلم کو کلمہ کا مفہوم اچھی طرح سمجھ کر اس پر یقین حاصل کرنا چاہیے اور یقین بھی ایسا ہو کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،أُوْلٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾.

''حقیقت میں مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انھوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے لوگ ہیں'' [الحجرات: 15].

معلوم ہوا مسلم شک وشبہ کا شکار نہیں ہوتا اور جو کوئی کلمہ کی حقیقت پر شک رکھے وہ منافق ہوگا.

س: کلمہ میں اخلاص سے کیا مراد ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾.

''خبردار اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے'' [الزمر: 3].

عبادت، دعا، خوف، عاجزی، عقیدت، محبت اور انکساری کا نام دین ہے، اللہ تعالیٰ کو ان

سب اعمال میں اخلاص مقصود ہے، یعنی انسان صدق نیت سے اللہ کی رضا مندی کا طالب ہو:

﴿وَمَا أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾.

''اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کریں'' [البينة: 5].

دین کو خالص کرتے ہوئے' یکسو ہو کر' ہر طرف سے کٹ کر' ایک اللہ کی طرف متوجہ ہونا اخلاص ہے.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں میں میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو دل کے اخلاص سے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرے'' [بخاری:99].

س: کلمہ کے ساتھ صدق و وفا سے کیا مراد ہے؟

ج: کلمہ پر ثابت قدمی کے ساتھ پوری زندگی عمل کرنا اور ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے تابع رہنا کلمہ سے صدق و وفا ہے، اللہ کی طرف سے آنے والی ہر آزمائش میں پورا اترنا نفاق کے منافی ہے، منافق اپنے مفاد کو مدنظر رکھتا ہے اور مومن اللہ کے احکامات کو مدنظر رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً﴾.

''کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ [بے آزمائش] چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ظاہر نہیں کیا جو تم میں سے جہاد کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے سوا کسی کو دوست نہیں بناتے'' [التوبة: 16].

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل سے فرمایا: ''جو شخص اس بات کی گواہی دل کی سچائی سے دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس پر اللہ نے آگ حرام کردی'' [بخاری:128، مسلم:32].

دل کی سچائی سے اللہ پر ایمان نہ لانے والے آزمائش کے موقع پر اسلام سے بے تعلق ہو جاتے ہیں فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهٖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ، ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾.

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی عبادت کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، اگر انہیں فائدہ پہنچا تو مطمئن ہو گئے اور اگر مصیبت آ پڑی تو الٹے پاؤں پھر گئے یہ دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھانے والے ہیں، اور یہی کھلا نقصان ہے'' [الحج: 11].

س: دل کی سچائی سے اس کلمہ پر ایمان لانے کے تقاضے کیا ہیں؟

ج: جو شخص دل کی سچائی سے اس کلمہ پر ایمان لائے گا اسے اس کلمہ کے مفہوم سے شدید محبت ہوگی، اس کلمہ سے اسے سرور ملے گا.

ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے فرائض و واجبات ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی بات کو رد کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا، یقیناً دل کی تصدیق میں دل کے اعمال خشیت' محبت' انابت' توکل وغیرہ شامل ہیں، اور زبان کے اقرار کے ساتھ ان اعمال سے جو اس اقرار کی ضد ہیں یعنی نواقض اسلام سے مکمل اجتناب کرے اور ان اعمال کا اہتمام کرے جو اس اقرار کا حتمی تقاضا ہیں جیسے نماز وغیرہ، یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے.

س: توحید سے کیا مراد ہے؟

ج: توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات اور حقوق میں منفرد، یکتا اور بے مثال ماننا ہے.

س: توحید ربوبیت سے کیا مراد ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کو کائنات کی ہر چیز کا خالق، مالک، رازق اور کائنات میں تمام امور کی تدبیر کرنے والا ماننا توحید ربوبیت ہے، مشرکین مکہ بھی اس توحید کو مانتے تھے:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾.

''(اے نبی!) آپ (ان مشرکین سے) پوچھیے کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون پہنچاتا ہے یا تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے کون نکالتا ہے اور تمام کاموں کا انتظام کون کرتا ہے وہ جھٹ کہہ دیں گے کہ (یہ سب کام کرنے والا) اللہ ہے تو ان سے پوچھیئے کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں'' [یونس: 31].

توحید ربوبیت کے منکر کو دہریہ کہا جاتا ہے اور یہ بات خصوصی توجہ طلب ہے کہ مشرکین مکہ توحید ربوبیت کے قائل ہونے کے باوجود مشرک ہی ٹھہرے.

س: توحید الوہیت کسے کہتے ہیں؟

ج: توحید الوہیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ ہی الٰہ واحد ہے، ارشاد فرمایا:

﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾.

''اور (اے لوگو) تمہارا معبود تو بس ایک ہی ہے، اس رحمٰن ورحیم کے علاوہ کوئی عبادت کے

لائق نہیں'' [البقرة: 163].

الٰہ ایک جامع لفظ ہے، الٰہ میں جو صفات اور خصوصیات پائی جاتی ہیں کوئی ایک لفظ ان صفات کا احاطہ نہیں کرسکتا، الٰہ اس ہستی کو کہتے ہیں جو تمام قسم کی عبادات (نماز، روزہ، حج، قربانی، دعا، نذر و نیاز وغیرہ) کا مستحق ہو جس کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا جائے جس سے فریاد کی جائے اور مدد طلب کی جائے جو لا ثانی اور لازوال ہو جو بے نظیر اور بے مثال ہو کائنات کی کوئی چیز جس سے پوشیدہ نہ ہو جو ہر وقت ہر جگہ سے ہر شخص کی پکار سنتا ہو' جو دلوں کے حالات جانتا ہو جو ہر چیز پر قادر ہو مجبور اور عاجز نہ ہو' غنی ہو، سب اس کے محتاج ہوں وہ کسی کا محتاج نہ ہو مخلوق پر جس کا قانون چلے اور اس کے قانون کے مقابلے میں کسی کو قانون سازی کا حق نہ ہو، لفظ الٰہ میں توحید کے تمام پہلو اس طرح سمو دیئے گئے ہیں کہ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنے کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی، توحید کی تمام تفصیلات الٰہ کی تشریحات ہیں، یہی وہ توحید ہے جس کو مشرکین مکہ سمیت ہر دور کے مشرک ماننے سے انکار کرتے رہے،

س: توحید الاسماء والصفات سے کیا مراد ہے؟

ج: توحید الاسماء والصفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان سب اسماء اور صفات کا اقرار کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے آپ کو موصوف کیا مثلاً:

۱ – ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى العَرْشِ اسْتَوَى﴾. ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' [طه: 5].

۲ – ''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا'' [النساء: 164].

۳ – ''فرمایا اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے بنایا'' [ص: 75].

یا جن اسماء اور صفات کا ذکر احادیث صحیحہ میں ہے مثلاً:

۴- ''اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے'' [صحیح مسلم: 758].

یہ تمام اسماء اور صفات اس کمال کو پہنچی ہوئی ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں، کسی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کو تشبیہ نہیں دی جا سکتی، کیونکہ مخلوق خالق کی صفات کی کیفیت کو جاننے سے قاصر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾.

''[کائنات کی] کوئی چیز اس کی مثل نہیں'' [الشوریٰ : 11].

اللہ تعالیٰ کی اسماء اور صفات کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے کسی تاویل، کیفیت، تعطیل اور تمثیل کے بغیر ایمان لانا توحید الاسماء والصفات ہے.

آیئے تاویل، تمثیل اور تعطیل وغیرہ کے معنی سمجھیں:

تاویل: آیات و احادیث کے ظاہری معنوں کو دوسرے مرادی معانی کی طرف پھیرنا تاویل کہلاتا ہے مثلاً اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ اللہ عرش پر غالب ہے، ایسی تاویل کرنا جائز نہیں.

کیفیت: اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا.

تمثیل: تمثیل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دے دیا جائے، مثلاً اللہ کا آسمان دنیا پر نزول ہمارے نزول کی طرح مانا جائے، ایسا ماننا گمراہی ہے.

تعطیل: اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنا تعطیل ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی ماننے کی بجائے اسے بطور ذات ہر جگہ موجود سمجھا جائے، ایسا سمجھنا گمراہی ہے.

یقیناً سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تابعین، تبع تابعین اور محدثین کرام رحمہم اللہ علیہم کا مسلک ہی حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اسماء اور صفات کے حقیقی معانی پر ایمان لا کر بغیر کسی تاویل و تمثیل کے ان صفات کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے.

س: دعوت اسلامی کا صحیح طریقہ کار کیا ہے؟

ج: دعوت اسلامی کا صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ دعوت کا آغاز توحید کے پرچار سے کیا جائے، لوگوں پر توحید اور شرک کے مابین فرق کو واضح کیا جائے.

جو مبلغین دعوت توحید کو مشکل محسوس کرتے ہوئے لوگوں کے عقائد کی تصحیح کی طرف دھیان نہیں دیتے پھر دعوت توحید کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے لوگوں کو نماز، روزہ، جہاد اور اخلاقیات کی دعوت دیتے ہیں ان کا یہ رویہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت کے منافی ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی دعوت اصل اسلامی نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ اولین چیز جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے وہ کلمہ شہادت ہونا چاہیے یعنی یہ کہ لوگ اللہ تعالیٰ ہی کو الٰہ واحد مانیں [بخاری:1395، مسلم:19].

لوگوں کی ناراضگی کی بنا پر یا دنیاوی لالچ کی بنا پر حق و باطل کا فرق بیان نہ کرنا بہت بڑا جرم ہے، حق کو چھپانے سے گمراہی کو پھلنے پھولنے کا موقعہ ملتا ہے، شرک کو اسلام اور عقیدہ شرک کے حاملین کو اسلامی رہنما سمجھا جانے لگتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِن بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ﴾.

''بے شک جو کھلے دلائل اور ہدایت کی ان باتوں کو جو ہم نے نازل فرمائی ہیں، چھپاتے ہیں

باوجود اس کے کہ ہم نے اپنی کتاب میں واضح طور پر بیان کردیا ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں'' [البقرة: 159].

اہل ایمان اپنی جماعت کو مضبوط کرنے کے لیے یا دنیاوی مال ودولت کے حصول کے لیے حق پوشی نہیں کرتے' اس سے عوام الناس گمراہ ہوجاتے ہیں، وہ عقیدۂ توحید کو کھول کھول کر بیان کرنے کے ساتھ شرک اور مشرکین کا واضح رد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلاً أُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾.

''بے شک جولوگ کتاب اللہ کی باتوں کو جن کو اللہ نے نازل فرمایا ہے چھپاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں سوائے دوزخ کی آگ کے کچھ نہیں بھر رہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ایسے لوگوں سے کلام کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا'' [البقرہ:174].

شرک اور اس کے متعلقات

س: سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

ج: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا'' [بخاری: 4477، مسلم: 86].

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾.

''بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے'' [لقمان : 13].

س: شرک کرنے کا نقصان کیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾.

''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا' اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا'' [المائدہ : 72].

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جو کوئی اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا'' [بخاری: 4497، مسلم: 92].

س: کیا شرک کرنے والے کو اس کے نیک اعمال فائدہ دیں گے؟

ج: نیک اعمال (صدقہ، خیرات، نماز، روزہ، لوگوں سے حسن سلوک) عقیدہ شرک کی موجودگی میں بے کار ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں رہتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ۱۸ جلیل القدر انبیاء کا نام لے کر فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾.

''اور اگر [بفرض محال] ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے بھی سب اعمال ضائع ہو جاتے'' [الأنعام: 88].

س: کیا شرک کرنے سے آدمی کا اسلام جاتا رہتا ہے؟

ج: جس طرح کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، ہوا خارج کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جان بوجھ کر کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح شرک کرنے سے آدمی کا اسلام جاتا رہتا ہے خواہ وہ خود کو مسلمان کہے، اس کے بعد آدمی کا ہر عمل خود بخود ضائع ہو جاتا ہے، اسے عقائد کی اصطلاح میں نواقض اسلام کہتے ہیں، اسلامی فقہ کی ہر کتاب میں باب المرتد موجود ہے یعنی وہ باتیں جو کسی کلمہ گو کو کافر کر دیتی ہیں.

س: کیا عامۃ الناس کو کافر سمجھا جائے گا؟

ج: کسی گمان اور قیاس پر کسی کو کافر نہ کہا جائے گا کیونکہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے، یہ کہنے میں تو کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے کہ جو علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا جان کر مشکلات میں امداد کے لیے پکارتا ہے وہ مشرک ہے مگر فرد معین [کسی آدمی کا نام لے کر اس] پر فتویٰ لگانے میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ چار وجوہات کی بنا پر فتویٰ نہیں لگتا.

[۱] تاویل: کوئی شخص اپنے فعل کی کوئی تاویل کرے.

[۲] اکراہ: کوئی شرکیہ عمل اپنی جان بچانے کے خوف سے کرے تو وہ بھی مشرک نہ ہوگا.

[۳] جہالت: کوئی شخص جاہل ہے تو فتویٰ سے پہلے اس کی جہالت دور کی جائے گی.

[۴] بلا قصد: کسی شخص کی زبان سے بلا ارادہ شرکیہ یا کفریہ کلام نکلتا ہے، وہ دل سے اس بات

کا قائل نہ ہوتو بھی اس پر فتویٰ نہیں لگتا.

یہ چار وجوہات نہ ہوں اور واضح طور پر نواقض اسلام میں سے کسی ایک بات کا مرتکب ہوتو اس کو کافر کہا جائے گا، ورنہ فقہ اسلامی میں مرتد کا باب سرے سے نہ ہوتا. یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ مفتی اور جید علماء ہی کسی کی جہالت دور کر کے اور تاویل کا رد کر کے اسے مرتد قرار دے سکتے ہیں، فرد معین پر فتویٰ لگانے کی ذمہ داری عوام پر نہیں ہے.

س: ایک مسلم کو سب سے زیادہ خوف کس بات کا ہونا چاہیے؟

ج: چونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور مشرک کی نجات نہیں ہے، اس لیے ایک مسلم کو سب سے زیادہ فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ کہیں وہ شرک میں مبتلا نہ ہو جائے، ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام دعا کرتے ہیں: ﴿وَاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ .

''مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا'' [إبراهيم: 35].

ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے بعد کون ہے جو شرک کی آزمائش سے بے خوف ہوسکتا ہے، شرک کی آفت سے وہی شخص بے خوف ہوسکتا ہے جو اس کی سنگینی سے بے خبر ہو، جب ہر نبی علیہ السلام طاغوت سے بچنے کی دعوت لے کر آئے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم طاغوت کو پہچانیں اور اس سے بچیں.

س: کیا لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والا مشرک ہوسکتا ہے.

ج: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم یقیناً اپنے سے پہلی امتوں کی پیروی کروگے، اور پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود ونصاریٰ ہیں''.

[بخاری:3456، مسلم:2669].

یہود ونصاریٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ طاغوت پر ایمان لاتے تھے اور طاغوت کی بندگی کرتے تھے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ﴾.

''کیا تو نے اہل کتاب کو نہیں دیکھا کہ وہ بت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں'' [النساء: 51].

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک میری امت کی ایک جماعت مشرکوں سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے لوگ بت پرستی نہ کریں'' [ترمذی:2219، برقانی نے صحیح کہا].

س: کیا قبر پرستی کو بت پرستی کہا جا سکتا ہے؟

ج: جب کسی قبر کی پوجا ہو گی تو اس کو بت پرستی کہا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جائے، اللہ تعالیٰ کا اس قوم پر سخت غضب نازل ہوتا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیتی ہیں'' [موطا امام مالک].

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت میں فرمایا تھا ''یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''. اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو بھی سجدہ گاہ بنالیا جائے گا تو آپ کو بند حجرہ میں دفن نہ کیا جاتا اور آپ کی قبر بھی کھلی ہوتی [بخاری:1390، مسلم:529].

س: معاشرے میں شرک کیسے پھیلتا ہے؟

ج: شرک پھیلنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ شیطان اولیاء اللہ سے محبت کو آڑ بنا کر غلو کرواتا ہے، قوم نوح کو دیکھئے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ''ود، سواع، یغوث، یعوق اور

نسر، نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین تھے'' [بخاری:4920].

اللہ نے ان کے تقویٰ کی بدولت انہیں لوگوں کا محبوب بنا دیا، ملعون شیطان نے اولیاء اللہ سے محبت کا رخ اندھی عقیدت کی طرف موڑ دیا اور لوگ ان کی عبادت کرنے لگ گئے، جب نوح علیہ السلام ان لوگوں کو ڈرانے کے لیے بھیجے گئے تو قوم کے سرداروں کے پاس سب سے کارگر حربہ یہی تھا کہ یہ نبی تمہیں تمہارے بزرگوں سے باغی کرنے آیا ہے:

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا﴾.

''اور انہوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑنا'' [نوح : 23].

شیطان نے یہ حربہ ہر قوم میں استعمال کیا اور انبیاء علیہم السلام کو یہی جواب ملا:

﴿إِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾.

''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چل رہے ہیں'' [الزخرف: 23].

معلوم ہوا کہ انسانوں کا انبوہ کثیر اپنے بڑوں کی اندھی محبت میں جہنم رسید ہوا اور جو راستہ انہوں نے بزرگوں کا سمجھ کر اختیار کیا تھا حقیقتاً وہ شیطان کا راستہ تھا.

س: کیا شیطان نے یہ داؤ امت محمدیہ کے ساتھ بھی کھیلا؟

ج: شیطان نے امت محمدیہ پر بھی اس کا بھرپور وار کیا، اس نے انتہائی خطرناک انداز میں جھوٹ کو احادیث رسول بنانے کی کوشش کی، امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے صالحین سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا کسی کو نہیں پایا، یہ جھوٹ کا ارادہ نہ بھی کریں تو بھی جھوٹ بے ساختہ ان کی

زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے[مقدمہ صحیح مسلم].

(صالحین اس زمانے میں صوفی قسم کے لوگوں کو کہا جاتا تھا).

معلوم ہوا کہ پھر شیطان نے اپنا کام ان لوگوں سے کروانے کی کوشش کی جو صالحین کے پیارے نام سے پکارے جاتے تھے مگر ان کے مقابلے میں اللہ کے مخلص بندے محدثین اٹھے اور انہوں نے برملا ان راویوں کو کذاب' دجال اور وضاع کے القاب سے نوازا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا تھا.

شیطان کا یہ وار آج بھی جاری ہے بہت سے شرکیہ نظریات اس لیے اسلامی قرار دیئے جا رہے ہیں کہ ان کی نسبت ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پاک و ہند میں مشاہیر امت کے طور پر مشہور ہیں، ان مشرکانہ نظریات کو ان ہستیوں سے علیحدہ کر دیا جائے تو ان کا انکار کرنے والوں کی یہاں کمی نہیں مگر جونہی یہ نظریات ان شخصیات کے نام پر سامنے آتے ہیں تو کوئی ایک توحید کے دعویدار بھی انتہائی بودی تاویلات کا سہارا لے کر ان باطل نظریات کی تائید کرنا شروع کر دیتے ہیں.

س: شیطان کے اس وار سے بچنے کے لیے قرآن وسنت نے ہماری کیسے تربیت فرمائی؟

ج: شرک کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾.

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ باقی گناہ جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا'' [النساء: 48].

ایسی بہت سی آیات شرک کی تردید میں کافی تھیں مگر اس شیطانی وار سے بچنے کے لیے ہماری نظریاتی مشق یوں کروائی گئی کہ سید البشر' امام الانبیاء محمد ﷺ پر یہ وحی کی:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [الزمر: 65].

''اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے''.

محمد رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ اللہ کی نافرمانی کریں مگر چونکہ انسانوں کی اکثریت اپنے بزرگوں کی اندھی محبت میں جہنم رسید ہوئی اس لیے قانون کی انتہائی بالادستی بیان کر دی گئی تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کسی بھی شخصیت کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی فرمانبرداری نہیں کہلوا سکتی،

ایک دفعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے چند مسئلے پوچھے تو آپ نے علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے منگوائے، ان فیصلوں کو پڑھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلے نہیں کیے اگر وہ ایسا کرتے تو بھٹک جاتے [مقدمہ صحیح مسلم].

کیا یہ کہہ دینا کافی نہیں تھا کہ علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلے نہیں کیے مگر سبائی فتنے نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کی محبت کو غلو میں بدل کر بہت سا جھوٹ اور بدعقیدگی اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی، ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، غالبًا انہوں نے ایسا اس لیے فرمایا کہ جو علی رضی اللہ عنہ سے اللہ کی طرح محبت کرنے لگ گیا ہے وہ سن لے کہ علی رضی اللہ عنہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں بفرض محال اگر علی رضی اللہ عنہ اللہ کی نافرمانی کرتے تو وہ بھی گمراہ ہو جاتے، نافرمانی ان کے لیے فرمانبرداری نہیں کہلوا سکتی، دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی بھی شریعت سے آزاد نہیں ہو سکتا چاہے ولی ہو یا نبی علیہ السلام!

س: کیا قیامت کے دن لوگوں کا یہ عذر قبول کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کی

پیروی کی تھی؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَآ أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ○ أَوْ تَقُوْلُوْٓا إِنَّمَا أَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾.

''اور جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے اس کی اولا دنکالی اور انہیں خودان پر گواہ بنایا [یعنی ان سے پوچھا کہ] کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں [کہ تو ہمارا پروردگار ہے] [یہ اقرار ہم نے اس لیے کرایا تھا تاکہ] تم لوگ قیامت کے دن [یوں نہ] کہنے لگو کہ ہم تو اس [توحید] سے بالکل بے خبر تھے یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے جو ان کے بعد [پیدا ہوئے] تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے تو اس کے بدلے ہمیں ہلاک کرے گا'' [الأعراف :172'173].

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن غفلت اور بزرگوں کی پیروی کا عذر قبول نہ کیا جائے گا.

س: مشرکین کی نمایاں خصوصیت کیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی صفت یوں بیان کی:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾.

''اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تنگی محسوس کرتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں'' [الزمر: 45].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَادُعِيَ اللّٰهُ وَحدَهُ كَفَرتُم وَإِن يُّشرَكْ بِهٖ تُؤمِنُوافَالحُكمُ لِلّٰهِ العَلِيِّ الكَبِيرِ﴾ .

''جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کردیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تھا تو تم تسلیم کرلیتے تھے، حکم تو اللہ ہی کا ہے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے'' [المؤمن: 12].

معلوم ہوا کہ مشرکین اللہ کو مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں.

س: کیا مشرکین مکہ بھی اللہ کو الٰہ مانتے تھے؟

ج: مشرکین مکہ اللہ کو بھی الٰہ مانتے تھے مگر اللہ کے علاوہ اور بہت سے الٰہ بنائے ہوئے تھے، ان کا اعتراض ہی یہ تھا: ﴿أَجعَلَ الآلِهَةَ إِلٰهًا وَّاحِدًا إِنَّ هٰذَالَشَيءٌ عُجَابٌ﴾.

''کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ بس ایک معبود بنالیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے'' [ص: 5].

مشرکین مکہ اللہ کو سب سے بڑا الٰہ ماننے کی وجہ سے سخت مصیبت میں صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُل أَرَءَ يتَكُم إِن أَتٰكُم عَذَابُ اللّٰهِ أَو أَتَتكُمُ السَّاعَةُ أَغَيرَ اللّٰهِ تَدعُونَ إِن كُنتُم صٰدِقِينَ ☆ بَل إِيَّاهُ تَدعُونَ فَيَكشِفُ مَا تَدعُونَ إِلَيهِ إِن شَآءَ وَ تَنسَونَ مَا تُشرِكُونَ﴾.

''(ان سے) کہیے، اپنا حال تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آجائے یا قیامت آپہنچے تو کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے، اگر تم سچے ہو، [تو بتاؤ] بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو پھر جس دکھ کے لیے تم پکارتے ہو، اگر وہ چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو اس وقت ان سب کو بھول جاتے ہو'' [الأنعام: 40,41].

س: مشرکین مکہ غیر اللہ کی عبادت کیوں کرتے تھے؟

ج: مشرکین مکہ غیر اللہ کو اپنا سفارشی اور اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے، وہ کہا کرتے تھے:

﴿مَانَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآإِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ [الزمر: 3].

''ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں''.

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُ لَآءِ شُفَعَآؤُنَاعِنْدَاللّٰهِ﴾ [یونس : 18].

''وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں''.

دیگر مشرکین بھی اپنے بزرگوں کو وسیلہ سمجھتے تھے، فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَامَاحَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَاالْاٰيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ☆فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوامِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَاناً اٰلِهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَ ذٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ [الأحقاف: 27,28].

''اور تمہارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور بار بار (اپنی) نشانیاں ظاہر کر دیں تا کہ وہ رجوع کریں تو جن کو ان لوگوں نے (اللہ) کے قرب کے لیے معبود بنایا تھا انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟ بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور وہ یہی گھڑا کرتے تھے''.

س: کیا مشرکین بے جان پتھروں کے بنے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے تھے؟

ج: بتوں کی حقیقت ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں بیان کرتے ہیں کہ ود' سواع' یغوث' یعوق اور نسر قوم نوح کے صالحین تھے، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم والوں کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ جن مقامات پر یہ اولیاء اللہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے بت بنا کر کھڑے کر دو [تا کہ ان کی یاد تازہ رہے] وہ ان کو پوجتے نہ تھے، جب یہ یادگار بنانے والے فوت ہو گئے اور بعد

والوں کو یہ شعور نہ رہا کہ ان بتوں کو صرف یادگار کے لیے بنایا تھا تو انہوں نے [ان بزرگوں کے بتوں کی] عبادت شروع کر دی [صحیح بخاری:4920].

اسی طرح لات ایک مرد تھا جو حاجیوں کے لیے ستو بناتا تھا [بخاری:4859].

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشہ کے معبد کا ذکر کیا جسے ماریہ کہا جاتا تھا اس میں تصویریں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ ایسے لوگ ہیں جب ان میں کوئی نیک بندہ مر جاتا تو اس کی قبر پر سجدہ گاہ بنا دیتے ہیں اور تصویریں بنا دیتے ہیں، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں'' [بخاری:427، مسلم:528].

اسی لیے اللہ تعالیٰ مشرکین کے معبودوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ [الأعراف: 194].

''(مشرکو!) بے شک تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہی ہیں''.

اور فرمایا: ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾.

''وہ تو بے جان لاشیں ہیں، ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے'' [النحل:21].

جن اولیاء اللہ کو مشرکین پکارتے ہیں ان کے بارے میں بتایا:

﴿وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ [الأحقاف: 6].

''اور جب [قیامت کے دن] لوگ جمع کیے جائیں گے، وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے''.

ان تینوں آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے معبود اللہ کے بندے تھے اور وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے.

شرک اکبر کی اقسام

شرک فی الذات

س: اللہ کی ذات میں شرک کا کیا مفہوم ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْ لَدْ﴾.

''نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا'' [الإخلاص: 3].

جو عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا بیٹا کہے وہ اللہ کی ذات میں شرک کرتا ہے، فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾.

''یقیناً وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ ہی عیسیٰ ابن مریم ہے'' [المائدة :72].

لہذا جو شخص ''انا الحق'' میں اللہ ہوں کا دعویٰ کرے یا اللہ میں فنا ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ اللہ کی ذات میں شرک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ [الزخرف: 15].

''اورانہوں نے اس کے بندوں کو اس کا جزو بنادیا، بے شک (ایسا) انسان کھلا کافر ہے''.

امام الانبیاء محمد ﷺ کو اللہ کے نور میں سے نور [نور من نور اللہ] کہنا اللہ کا جزو بنانے کے مترادف ہے اور یہ بدترین شرک ہے، آپ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں.

س: صوفیا کے نزدیک توحید یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو موجود نہ مانا جائے، تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کا مظہر ہیں، جیسے سمندر سے موجیں اٹھتی ہیں اور لہریں بنتی ہیں دراصل وہ سمندر ہی کی شکلیں ہیں اسی طرح یہ کائنات اللہ ہی کی شکلیں ہیں، کیا یہ واقعی توحید ہے؟

ج: یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کے سراسر منافی ہے، یہ تصور عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے بھی بدتر ہے.

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں سبائی گروہ نے ایسی ہی بات کی تو صحابہ اور اہل بیت نے ان کو کافر و مرتد کہا اور علی رضی اللہ عنہ نے انہیں آگ میں جلا دیا[بخاری:6922].

اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْ لَدْ﴾.

''نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا'' [إخلاص].

س: بعض صوفیا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں فنائے کلی میسر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ جو مجھ میں فنا ہوا وہ نہ آسمان میں ملے گا نہ زمین اور نہ ہی بہشت میں، اس لیے بعض صوفیا نے أَنَاالْحَقُّ ''میں خدا ہوں'' کا دعویٰ کیا، کیا یہ توحید کے منافی ہے؟

ج: اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ربوبیت کا دعویٰ ایمان و اسلام کی صریح ضد ہے، یہ دعویٰ فرعون نے کیا:

﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾. ''میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں''.

اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کیا، اور دنیا و آخرت میں اس پر اللہ کی لعنت ہوئی، لہذا یہ کہنا کفر ہے:

''فرعون نے أَنَا الْحَقُّ'' کہا تو ذلیل ہو گیا، اور منصور نے ''أَنَا الْحَقُّ'' کہا تو مست قرار پایا، فرعون کی خودی کے لیے بعد میں اللہ کی لعنت رہ گئی اور منصور کی خودی کے لیے بعد میں اللہ کی رحمت رہی ہے [نعوذ بالله].

فرعون ہو یا منصور جو رب اور الٰہ ہونے کا دعویٰ کرے گا تو اس کے لیے اللہ کی لعنت ہی ہے.

س: بعض صوفیا کہتے ہیں کہ یہ کائنات نہ تو اللہ کی عین ہے اور نہ ہی غیر ہے بلکہ اللہ کے اسماء وصفات کا ظل ہے، عکس ہے، سایہ ہے ظلال ہے، کیا یہ کہنا صحیح ہے؟

ج: صوفیا کا یہ نظریہ کہ یہ کائنات اللہ کی غیر نہیں ہے گمراہی ہے، اگر واقعی اللہ کا غیر موجود نہیں ہے تو

[۱] اللہ کے انبیاء کی دعوت کا کیا مفہوم ہے.

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾.

''اس کا کوئی غیر تمہارا معبود نہیں'' [ھود :50].

اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی غیر ہے ہی نہیں تو انبیاء علیہ السلام کس غیر کی عبادت سے روکتے تھے.

[۲] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾.

''اگر یہ کلام غیر اللہ کا ہوتا تو اس میں اختلاف کثیر ہوتا'' [النساء:82].

اگر کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے.

سوچیے اگر کائنات اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس ہے تو:

[۱] اللہ تعالیٰ کی پاک صفات کا عکس ابلیس، فرعون، نمرود اور ابولہب کی شکل میں کیسے ظاہر ہوا.

[۲] جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ابلیس، فرعون اور نمرود کو جہنم کے عذاب میں مبتلا کرے گا تو کیا وہ اپنی پاک صفات کو عذاب دے گا.

[۳] اگر صوفیا کی یہ بات مان لی جائے تو سوچیے کہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ جبرائیل اور ابلیس میں، موسیٰ اور فرعون میں، ابراہیم اور نمرود میں اصلاً کیا فرق رہا، کیا ان سب کو اللہ تعالیٰ

کی صفات کا عکس قرار دینا کفر صریح نہیں ہے؟

س: کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ اے جابر اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کا نور پیدا کیا پھر اس کے چار حصے کیے، ایک سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ' تیسرے سے عرش اور چوتھے سے کل کائنات پیدا کی؟ [ریاض السالکین].

ج: یہ روایت بلا سند ہے، موضوع [من گھڑت] ہے، ایسی روایت کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے جان بوجھ کر کوئی ایسی بات میری طرف منسوب کی جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا مقام جہنم میں بنا لے'' [بخاری:108، مسلم:2].

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٞ وَكِتَٰبٞ مُّبِينٞ﴾.
''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے'' [المائدہ : 15].
کیا اس آیت میں نور سے مراد رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے:

[ا] تورات کو نور کہا [المائدہ :44].

[۲] انجیل کو نور کہا [المائدہ :46].

[۳] قرآن مجید کو نور کہا [الأعراف :157' التغابن: 8].

ان تمام آیات میں نور سے مراد نور ہدایت ہے، اللہ کے نور کا حصہ نہیں، محمد ﷺ کو اللہ کے نور میں سے نور ماننا تو شرک ہے، لہذا یہ آیت نور من نور اللہ کی دلیل نہیں بن سکتی.

آیت مذکورہ میں 'نور' اور 'کتاب مبین' دونوں سے مراد قرآن کریم ہے، دونوں کے درمیان

واوٴ عطف تفسیری ہے، جس کی واضح دلیل قرآن کریم کی اگلی آیت ہے جس میں کہا جارہا ہے:

﴿ يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے'' اور اگر ''نور'' اور ''کتاب'' دو الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ:﴿يَهْدِىْ بِهِمَا اللّٰهُ﴾ ہوتے [یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے سے ہدایت فرماتا ہے] قرآن کریم کی اس نص سے واضح ہوگیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے.

س: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

ج: ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ خود خالق ہے، خالق عرش پر مستوی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِىْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ [الأعراف :54، يونس: 3].

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا''.

یہ بھی فرمایا:﴿أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾.

''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' [طهٰ :5].

یہ بھی فرمایا:﴿ءَ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ أَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِىَ تَمُوْرُ﴾.

''کیا تم بے خوف ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے پھر وہ (زمین) ہچکولے کھانے لگ جائے'' [الملک:16].

معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری ایک لونڈی تھی جو بکریاں چراتی تھی، ایک

دن بھیڑیا ریوڑ میں سے ایک بکری لے گیا، مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے تھپڑ رسید کر دیا' میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے میرے فعل کو برا کہا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آ، میں اسے آپ کے پاس لے گیا، آپ نے اس سے پوچھا، اللہ تعالیٰ کہاں ہے، لونڈی نے جواب دیا: ''**فی السماء**'' آسمان میں، آپ نے پوچھا کہ ''میں کون ہوں؟'' کہنے لگی آپ اللہ کے رسول ہیں، فرمایا: ''اسے آزاد کر دو'' ''**فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ**'' ''یہ مومنہ ہے'' [مسلم: 537].

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا**﴾

''وہ ان کے ساتھ ہے جہاں بھی وہ ہوں'' [المجادلہ: 7].

﴿**وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ**﴾

''تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے'' [الحدید: 4].

جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے، پھر اسے عرش پر کیسے مانا جائے گا؟

ج: دراصل ''مع'' [ساتھ] کے لفظ سے دھوکا کھایا گیا ہے ''مع'' (ساتھ) صرف ذاتی طور پر اکٹھے ہونے کے لیے نہیں بولا جاتا، بلکہ اس کے دوسرے معنی بھی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[الف] ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ**﴾ [التوبہ: 119].

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''.

''سچوں کے ساتھ ہو'' کا یہ مطلب کون لے سکتا ہے کہ گھر میں' بازار میں غرض ہر وقت ان کے ساتھ ساتھ پھرو، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ سچوں کا مذہب اختیار کرو، اور سچوں کے ساتھ

تعاون کرو.

[ب] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُوْلٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [النساء : 146].

''مگر جنہوں نے توبہ کی، اصلاح کی، اللہ کے دین کو مضبوط پکڑا اور خالص اللہ کی اطاعت کی یہی لوگ مومنین کے ساتھ ہیں''.

مومنین کے ساتھ کا مطلب کیا ہے، کیا وہ جسمانی طور پر ہر وقت مومنین کے ساتھ ہیں؟ یا مراد ان کی دوستی ہے.

[ج] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾.

''اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے''.

پھر کیا اللہ بدکاروں کے ساتھ نہیں ہے [العنکبوت: 69].

[د] فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ﴾.

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' [البقرة: 153].

تو کیا اللہ بے صبروں کے ساتھ نہیں ہے؟

جب ''مع''، یعنی معیت کے کئی معنی ہیں پھر وہی معنی لیے جائیں گے جو سیاق وسباق، فرمان رسول اور سلف صالحین کی تفسیر کے مطابق ہوں گے، ان آیات کی ابتدا بھی اللہ کے علم کے بیان سے ہوتی ہے اور انتہا بھی اسی کے علم پر ہوتی ہے.

سورۂ الحدید کی آیت ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ [النساء: ٥٧] کی پوری آیت

پڑھئے، دومرتبہ اللہ کے علم کا ذکر ﴿ هُوَ مَعَكُمْ ﴾ سے پہلے اور ایک دفعہ بعد میں ہے، اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر ہے، لہذا اسیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہاں علم مراد ہے، اللہ تعالی کا علم، قدرت اور غلبہ ہر جگہ ہے مگر خود ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر مستوی ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾.

''ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں'' [ق: 16].

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ [البقرة: 186].

''اور جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں کہو کہ میں قریب ہوں''.

اس قرب سے کیا مراد ہے؟

ج: یہ قرب بھی قرب مکانی یا زمانی نہیں ہے بلکہ وہ علم وقدرت کے لحاظ سے قریب ہے اور ہر ایک کی سنتا ہے، آگے فرمایا:

﴿أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾.

''میں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے'' [البقرہ:186].

یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ یہاں مراد سن کر فوری دعا کو قبول کرنے کا ذکر ہے قرب سے مراد مرتبہ میں قریب ہونا بھی ہے،

قرآن حکیم میں: ﴿اَلْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ [النساء: 172].

مقرب فرشتوں کا ذکر ہے.

فرعون جادوگروں کو کہتا ہے کہ اگر تم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے تو:

﴿وإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾.

''اور بے شک تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے'' [الأعراف: 114].

معلوم ہوا قرب بلحاظ رتبہ بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾.

''بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے'' [الأعراف: 56].

پس ثابت ہوا کہ اللہ رحمت و قدرت، حفاظت و اجابت کے لحاظ سے قریب ہے نہ کہ بالذات.

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے'' [بخاری:6501].

اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہے کہ یہاں قرب مکانی مراد نہیں.

بعض مفسرین ''ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں'' کی تفسیر یوں کرتے ہیں اللہ کے فرشتے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں.

یہ بھی فرمایا کہ: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ﴾.

''ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' [الواقعہ: 85].

جمہور سلف کے نزدیک مراد ملک الموت ہے جو اہل وعیال سے زیادہ میت کے قریب ہوتا ہے اور اس کے اہل وعیال نہ تو فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی میت کی اس تکلیف کو جان سکتے ہیں جو میت برداشت کر رہی ہوتی ہے، بعض علمائے سلف نے یہاں علم وقدرت بھی مراد لیا ہے مگر قرب مکانی کا قائل صحابہ، تابعین اور ائمہ میں سے کوئی نہ تھا.

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم کسی اونچی جگہ چڑھتے تو اللہ اکبر کی اونچی آواز لگاتے، آپ نے فرمایا لوگو! میانہ روی اختیار کرو، تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں بلا رہے ہو تم تو سننے اور دیکھنے والے کو پکارتے ہو جس کو تم بلاتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے [بخاری: 2992، مسلم: 2704].

اگر اس حدیث سے قرب ذاتی مراد لی جائے تو شہ رگ سے قریب ہونے والی آیت سے تعارض ہوگا معلوم ہوا یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ سواری کی گردن کے فاصلہ پر جو شخص سن سکتا ہے اللہ اس سے بھی زیادہ سنتا ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْأَرْضِ﴾.

''وہ اللہ آسمانوں اور زمین میں ہے'' [الأنعام: 3].

اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

ج: علماء سلف اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمین میں الٰہ یعنی معبود ہے [ابن کثیر].

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَّ فِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ﴾.

''وہی آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں وہی الٰہ ہے'' [الزخرف: 84].

یعنی آسمان اور زمین میں عبادت کے لائق صرف اللہ ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا

بَيۡنَهُمَاوَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى، وَإِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَإِنَّهُ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَأَخۡفٰى﴾.

''رحمٰن عرش پر مستوی ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ تحت الثریٰ میں ہے سب اسی کا ہے، اور اگر تم بات اونچی کہو تو وہ ہر چھپے بھید اور خفیہ چیز تک کو جانتا ہے'' [طه: 5 تا 7].

اہل نظر انصاف کریں کہ کون سا مفہوم اللہ تعالیٰ کی شان کے موافق ہے، کیا ان آیات کا وہ مفہوم نہ مانا جائے جو قرآن حکیم کی دیگر آیات کے موافق ہے اور سلف صالحین سے بھی وہی منقول ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَأَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ﴾

''جدھر منہ کرو ادھر اللہ کا چہرہ ہے''.

کیا اس سے اللہ کا ہر جگہ ہونا ثابت ہوتا ہے؟

ج: پوری آیات اس طرح ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ فَأَيۡنَمَا تُوَلُّوۡافَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ،إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ﴾.

''اور اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے، جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کا ''چہرہ'' ہے بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے'' [البقرة: 115].

اس آیت کی ابتدا میں اللہ کی بادشاہت کی وسعت کی خبر ہے اور آخر میں اس کی وسعت رحمت اور علم کا ذکر ہے، مفہوم یہ ہوا کہ ہر جگہ اللہ کی حکومت ہے اور کوئی چیز اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں، تم جہاں بھی جاؤ اللہ تمہیں جانتا ہے اور تم پر قادر ہے، یہ مفہوم کئی آیات قرآنی میں

موجود ہے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَيۡنَ مَا تَكُونُوا يَأۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًاإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴾.

’’ جہاں بھی تم ہوگے اللہ تم سب کو جمع کرے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے‘‘ [البقرہ: 148].

اکثر ائمہ مفسرین اس کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے اپنا قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف تبدیل کیا تو یہودیوں کے اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ مشرق ومغرب سب اللہ کی پیدا کردہ ہے جس کی طرف اللہ منہ کرنے کا حکم دے وہی قبلہ ہے.

اگر اس آیت کی بابت صوفیا کے بیان کردہ معنیٰ قبول کیے جائیں تو عظیم فساد لازم آئے گا، کوئی قبر پرست ہو یا بت پرست یا آگ پرست' کوئی پانی کو پوجتا ہو یا درخت کو، تو وہ کہے گا کہ جب ہر طرف اللہ ہے تو میں تو اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، پھر تو شرک جائز ہوگا جو قرآنی تعلیم کے صریحاً خلاف ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ فِى أَنۡفُسِكُمۡ أَفَلا تُبۡصِرُوۡنَ﴾.

’’اور کیا تم اپنے نفسوں میں نہیں دیکھتے‘‘ [الذّاریات: 21].

کیا اللہ ہر نفس کے اندر ہے؟

ج: یہ صوفیا کی دلیری ہے جو اس آیت کو بھی دلیل بناتے ہیں، فرمایا:

﴿وَفِى الۡأَرۡضِ اٰيٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِيۡنَ وَفِى أَنۡفُسِكُمۡ أَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾.

’’یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں اور خود تمہاری جانوں میں نشانیاں ہیں پھر تم غور کیوں نہیں کرتے‘‘ [الذاریات: 20,21].

یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر ہم یقین کر سکتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی توحید کی دعوت برحق ہے آیت قرآنی میں واضح طور پر آیات [نشانیوں] کا ذکر ہے کہ واضح نشانیاں دیکھ کر بھی تم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾.

''وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے'' [الحدید: 3]. اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

ج: اول سے مراد یہ ہے کہ اللہ سب سے اول اور سب کا خالق ہے.

﴿وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِىْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾.

''اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا'' [ھود: 7].

آخر کا مطلب ہے کہ ہر چیز کے فنا و ہلاک کے بعد بھی موجود ہوگا.

﴿كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ﴾.

''اس کے ''چہرہ'' کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے'' [القصص: 88].

ظاہر کا مطلب وہ سب مخلوق پر غالب ہے، جیسے فرمایا:

﴿فَأَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ﴾.

''پس وہ غالب ہو گئے'' پس ظاہر ''العالی'' کے ہم معنی ہوا'' [الصف: 14].

باطن کا مطلب ہر پوشیدہ کو جاننے والا، اور یہ بھی ہے کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ ہے.

یہ چاروں نام اللہ کے علو اور مخلوق سے الگ ہونے کو ظاہر کرتے ہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر کی اب کسی ایسی تفسیر کی ضرورت نہیں جو آپ کی تفسیر کے خلاف ہو، ایسی ہر تفسیر

باطل ہے فرمایا:

”أَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ“ [مسلم: 2713].

”اے اللہ آپ سب سے پہلے ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، آپ آخر ہیں آپ کے بعد کوئی چیز نہیں آپ ظاہر ہیں آپ کے اوپر کوئی چیز نہیں، آپ الباطن ہیں آپ سے مخفی کوئی چیز نہیں ”فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ“ آپ سے اوپر کوئی چیز نہیں صفت علو کو ثابت کر رہی ہے“.

س: کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا... إلخ) میں مخفی خزانہ تھا، جسے کوئی نہ جانتا تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، پس میں نے مخلوق پیدا کی اور ان کو اپنی معرفت دی پھر انہوں نے مجھے پہچان لیا؟

ج: صوفیا کی بیان کردہ یہ روایت بالکل جھوٹی اور بناوٹی ہے، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا کلام نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند معروف ہے، ملا علی قاری نے بھی موضوعات کبیر میں اس کا ذکر کیا امام سخاوی کے حوالے سے ضعیف کہا، معنی کے لحاظ سے بھی یہ روایت باطل ہے، اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے ”الظاہر“ ہے وہ کائنات کے وجود سے پہلے بھی ظاہر تھا، پھر صوفیا نے (كُنْتُ كَنْزًا) کے بعد بیج اور درخت کی مثال دی، تو اللہ بمثل بیج ہوا اور کائنات بمثل درخت، بیج تو ختم ہو کر درخت بن گیا، اللہ تعالیٰ کے لیے یہ مثال تو مالک کی گستاخی ہے. نَعُوْذُ بِاللّٰهِ.

س: کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَلْبُ الْمُوْمِنِ بَيْتُ الرَّبِّ﴾.

’’مومن کا دل رب کا گھر ہے؟‘‘.

ج: یہ روایت بے اصل یعنی جھوٹی اور باطل ہے، امام سخاوی ٔ ابن تیمیہ اور ملا علی قاری نے موضوع [من گھڑت] قرار دیا.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’اولاد آدم کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہے، وہ جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے‘‘ [مسلم:2654].

یعنی سب قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، اور یہ جھوٹی روایت کہتی ہے کہ ہر قلب اللہ تعالیٰ کو محیط ہے، [**سبحان اللّٰہ تعالیٰ**].

س: کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿**مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّه**﴾.

’’جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا؟‘‘.

ج: یہ بھی من گھڑت روایت ہے، اس کی سند کا ہی پتہ نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ’’لَيْسَ هُوَ بِثَابِتٍ‘‘ یہ ثابت نہیں ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے موضوع کہا.

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسناد دین میں سے ہیں، اگر اسناد نہ ہوں تو جو کوئی جو چاہے کہتا رہے [مقدمہ مسلم].

س: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’میرا بندہ نوافل پڑھتے پڑھتے میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں، پھر میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہوتا ہوں ٔ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے‘‘ [بخاری:6501].

اس حدیث کا کیا مفہوم ہے؟

ج: علمائے سلف نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ وہ مکمل طور پر اللہ کے ساتھ مشغول ہے، اس کا کان ادھر ہی متوجہ ہو جاتا ہے، جس طرف اللہ راضی ہوتا ہے اور اپنی آنکھ سے وہی کچھ دیکھتا ہے جس کا اللہ نے اسے حکم دے رکھا ہے وہ اپنا ہاتھ پاؤں اللہ کی رضا کے کام کی طرف بڑھاتا ہے، یعنی وہ شخص اس کو نہیں سنتا جس کے سننے کی شرع اجازت نہ دے، نہ ہی اسے دیکھتا ہے جسے دیکھنے سے شرع نے منع کیا ہے، خلاف شرع کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا اور نہ ہی اس کام کی طرف چلتا ہے جس کے کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے.

فرقہ حلولیہ اور اتحادیہ کا یہ خیال کہ یہ کلام حقیقت پر ہے اور اللہ تعالیٰ عین عبد بن جاتا ہے یا اس میں حلول کر چکا ہے عین گمراہی اور کفر ہے، حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں، اگر اس نے مجھ سے سوال کیا تو میں اس کا سوال پورا کروں گا، اگر پناہ طلب کرے تو پناہ دوں گا، یہ الفاظ دلیل ہیں کہ اللہ اور بندہ الگ الگ ہیں، اللہ انسان میں حلول نہیں کرتا، اگر حلولیہ کے معنی مراد لیے جائیں تو پھر اس مرتبہ پر پہنچا ہوا شخص ہاتھ سے استنجا کیوں کرتا ہے، ہاتھ گندگی میں کیوں ڈالتا ہے، پاؤں سے بیت الخلا کو کیوں جاتا ہے؟ اسی طرح آنکھ اندھی' کان بہرا' ہاتھ لوُلا، یا پاؤں لنگڑا کیوں ہوتا ہے کیا ان صفات کو اللہ کی طرف منسوب کرو گے استغفر اللہ ثم استغفر اللہ سب سے زیادہ اقرب الی اللہ محمد ﷺ ہیں. جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کا سر زخمی ہو گیا اور اس سے خون نکلنا شروع ہوا'' [بخاری:5722،مسلم:1790].

کیا معاذ اللہ خود اللہ ہی کو یہ زخم ہوا تھا؟

اگر صوفیا کے معنی لیے جائیں تو جس کا ہاتھ' پاؤں' آنکھ اور کان اللہ ہے اس کو تکبر سے کیا منع؟ پھر جن آیات و احادیث میں تکبر کرنے سے منع فرمایا وہ کن کے لیے ہے؟ لہذا وہ معنی جو سلف

صالحین نے بیان کیے وہی درست ہیں.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾.

''(اے محمد) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے (کنکریاں) نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں'' [الأنفال: 17].

اس آیت کا کیا مفہوم ہے؟

ج: یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا، لیکن إِذْ رَمَيْتَ کہہ کر کنکریوں کو پھینکنے کا فعل نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا پھر نفی کر کے اپنی طرف اضافت کی، فعل ایک ہی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ سے پھینکی، جبکہ اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت ہے، جس نے ایسا کرنے کا حکم دیا اور پھر ان کنکریوں کو مشرکین تک پہنچا دیا، چونکہ مخلوق کے کاموں کا سبب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہی ہے، وہی انسان کو توفیق دیتا ہے، اسباب مہیا کرتا ہے، وہی ہر کوشش کو کامیاب کرتا ہے اس لیے اس کام کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے:

درج ذیل آیت کا بھی یہی مفہوم ہے:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ﴾.

''تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے'' [الأنفال: 17].

یہاں بھی سبب اللہ تعالیٰ ہے، اسی کے حکم سے مومنین نے ان سے قتال کیا اور وہی مومنین کو فتح دینے والا ہے لہذا اس فعل کی اضافت اللہ کی طرف بھی ہے.

س: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کہے گا، اے ابن آدم میں

بیمار ہو گیا تھا تو نے میری طبع پرسی نہ کی وہ کہے گا اے رب میں رب العالمین کی طبع پرسی کیسے کر سکتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی طبع پرسی نہ کی، اگر تو اس کی طبع پرسی کرتا مجھے اس کے ہاں پاتا'' [مسلم:2569].

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

ج: امام نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں، علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی ہے جبکہ مراد بندہ ہے، بندے کی عزت افزائی اور اظہار شرف وقرب کے لیے اور (وَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ) کا مطلب ہے کہ اس کا ثواب وہاں پاتا.

میری رحمت' میرا فضل وثواب اور تیری عبادت کی عزت افزائی وہاں پاتا، اگر اس حدیث کے وہ معنی لیے جائیں جو صوفیا لیتے ہیں کہ وہ نیک بندہ اللہ ہی ہے تو سوچئے کیا اللہ بیمار ہو سکتا ہے، بھوکا پیاسا بھی ہے، یقیناً نہیں، وہ تو بے مثل ہے، یہ سب نقائص اور حاجات ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ بے مثل سب نقائص وحاجات سے پاک ہے، اس حدیث میں بیان یہ ہوا ہے کہ کسی بیمار کی عیادت' کسی کو کھلانا اور پلانا ایسا محبوب عمل ہے جس کی جزا یقینی ہے، بندہ کا یہ کہنا کہ (كَيْفَ أَعُوْدُكَ) میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا، دلیل ہے کہ انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے بے نیاز ہے.

شرک فی الصفات

س: کیا اللہ کے سوا کوئی مختار کل ہے؟ یعنی لوگوں کی مشکلات حل کرنے پر قادر ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا﴾.

''(اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم، ان کی والدہ اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو ہلاک کرنا چاہے تو کون ہے جسے اللہ کے مقابلہ میں ذرا سا بھی اختیار ہو (کہ انہیں ہلاکت سے بچالے)'' [المائدة : 17].

جن کو لوگ مشکل کشا سمجھتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾.

''اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو کسی چیز کے مالک نہیں'' [الفاطر :13].

سید البشر امام الانبیاء محمد ﷺ سے اعلان کروایا:

﴿قُلْ لَّا أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ [الأنعام :50].

''کہہ دو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں''.

﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا إِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ﴾.

''کہہ دو میں تو اپنے لیے نفع ونقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جتنا اللہ چاہے''.

[یونس : 49 اور الأعراف: 188 میں بھی یہی بات کہی ہے].

﴿قُل إِنِّیۡ لَآ أَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّلَآ رَشَدًا﴾.

''کہہ دو کہ میں تمہارے لیے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا'' [الجن :21].

ساری مخلوقات سے افضل امام الانبیاء محمد ﷺ بھی اپنے لیے اور اپنے سوا کسی اور کے لیے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے تو پھر اللہ قادر مطلق کے علاوہ کسی اور کو امداد کے لیے کیسے پکارا جا سکتا ہے؟ اس لیے فرمایا:

﴿وَإِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلا کَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ﴾ .

''اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں'' [الأنعام : 17].

س: کیا اللہ کے سوا کوئی اور مافوق الاسباب [بغیر اسباب کے] لوگوں کی تکالیف کا علم رکھتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے، فرمایا:

﴿إِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیۡرًا بَصِیۡرًا﴾ [بنی إسرائیل :30].

''بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے''.

کسی فوت شدہ بزرگ کو لوگوں کی تکالیف کا علم نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنۡ أَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡامِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَهٗ إِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ﴾.

''اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا کسی ایسے کو پکارے جو قیامت تک بھی اسے جواب نہ دے سکے اور وہ اس کی پکار ہی سے غافل ہو'' [الأحقاف:5].

خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآأَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ [الفاطر:22].

''(اے نبی!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں''.

﴿فَإِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾.

''پس بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے'' [الروم:52].

جب رسول اللہ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے تو اور کون ہے جو مردوں کو اپنی مشکلات سے آگاہ کر سکے، اس لیے فرمایا:

﴿أَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَادَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ﴾.

بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے'' [النمل: 62].

س: کیا اللہ کے سوا کوئی اور عالم الغیب ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَیْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ أَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴾.

''کہہ دو جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کی باتیں نہیں جانتے سوائے اللہ کے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کب [زندہ کر کے] اٹھائے جائیں گے'' [النمل:65].

سید البشر محمد رسول للہ ﷺ سے اعلان کروایا: ﴿وَلَآ أَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾.

''اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں'' [الأنعام: 50].

اور فرمایا: ﴿وَلَوْ کُنْتُ أَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ﴾.

''اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی'' [الأعراف: 188].

س: اگر رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے تو آپ نے بہت سے ماضی کے واقعات اور مستقبل کی پیشین گوئیاں کیسے کیں؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحداً إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾.

''اللہ عالم الغیب ہے وہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا سوائے جس رسول کو منتخب فرما لیتا ہے، (اس کو غیب کی بعض باتیں بذریعہ وحی بتاتا ہے)'' [الجن: 66,67].

اورفرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾.

''اور اللہ تعالیٰ تم کو براہ راست غیب کی باتیں نہیں بتاتا البتہ اپنے رسولوں میں سے جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، لہذا تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو'' [آل عمران: 179].

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے، وہ غیب کی بعض باتیں اپنے رسولوں کو بتاتا ہے، بلکہ تمام دین پردہ غیب ہی سے رسل وانبیاء کو بتلایا جاتا ہے، ان کے علاوہ کسی کو نہیں بتاتا، اگر کوئی شخص رسول نہ ہو اور پھر بھی وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں وہ جھوٹا ہے، جو باتیں رسولوں کو منجانب اللہ بتائی جاتی ہیں وہ ان کو لوگوں تک پہنچانے میں بخل نہیں کرتے، بلکہ اسے کما حقہ پہنچانے کے لیے کسی قربانی سے گریز نہیں کرتے:

﴿وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ [التکویر: 24].

''اور یہ رسول ﷺ پوشیدہ باتوں کے ظاہر کرنے میں بخیل نہیں''.

اور فرمایا: ﴿يَأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ [المائدة: 67].

''اے رسول آپ پہنچا دیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے''.

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی وابدی ہے' لازوال ہے' لامحدود ہے' ذاتی ہے جبکہ مخلوق کا علم وقتی' محدود اور مشروط ہے' زوال پذیر ہے.

اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی دوسرے کو شریک سمجھنا شرک فی العلم ہے، اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے قرب قیامت کی علامات' دجال کی آمد اور نزول عیسیٰ سمیت بہت سے واقعات بیان فرمائے اور جب اللہ نے اطلاع نہیں دی تو:

[۱] آپ نے اس منافق کے ساتھ ستر جلیل القدر صحابہ بھیج دیئے جس نے کہا تھا کہ اسے تبلیغ اسلام کے لیے مبلغین چاہئیں اور راستہ میں اس نے دھوکہ سے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو شہید کروادیا [بخاری:4090،مسلم:677].

[۲] آپ نے ایک یہودی کے ہاں زہر آلود کھانا کھالیا جس سے ایک صحابی موقع پر شہید ہو گئے اور وفات کے وقت زہر نے آپ پر بھی اثر دکھایا [ابوداؤد:2190، بخاری:2617].

[۳] منافقین نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی، آپ ایک ماہ تک سخت پریشان رہے، ایک ماہ بعد اللہ نے بذریعہ وحی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بری کیا اور آپ کی پریشانی دور ہوئی [بخاری:4750].

س: بعض نجومی آنے والے حالات کی خبر دے دیتے ہیں ان کو مستقبل کے حالات کا علم کیسے ہوتا ہے؟

ج: جنات نے آسمان دنیا میں فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے کچھ جگہیں بنائی تھیں، نزول

قرآن کے وقت ان کے سننے پر پابندی لگ گئی تھی:

﴿وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ﴾.

''اور ہم [اس سے قبل] سننے کی جگہوں پر بیٹھا کرتے تھے'' [الجن: 9].

اور یہ بھی فرمایا: ﴿وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلَىٰ أَوْلِيَآئِهِمْ﴾

''اور بے شک شیطان اپنے رفیقوں کے دلوں میں بات ڈالتے ہیں'' [الأنعام: 121].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ فرماتے ہیں تو عرش اٹھانے والوں کے قریبی فرشتے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا، آسمان دنیا والوں تک بات پہنچتی ہے، پھر جنات کچھ بات جھپٹ کر اپنے دوستوں کو لا دیتے ہیں جو اس میں اضافے کر کے لوگوں میں بیان کرتے ہیں'' [بخاری:3210،مسلم:2228].

معلوم ہوا کہ بطور آزمائش اگر اللہ چاہے تو نجومیوں کو شیطان جنوں سے بعض صحیح خبریں مل سکتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِاسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الإِنْسِ﴾

''اے گروہ جنات تم نے انسانوں سے بہت [فائدے] حاصل کیے (تو انسانوں میں ان کے دوست کہیں گے)''.

﴿رَبَّنَااسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ﴾ .

''اے ہمارے رب ہم ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرتے رہے'' [الأنعام: 128].

پھر اللہ تعالیٰ شیطان اور ان کے انسانی دوستوں کو جہنم میں داخل فرمائے گا، معلوم ہوا کہ انسان اور جنات ایک دوسرے سے فائدے حاصل کرتے رہتے ہیں.

س: کیا رسول اللہ ﷺ کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی اور آپ کائنات میں ہونے والے تمام واقعات دیکھ رہے تھے اور ما کان و ما یکون ''جو ہو گیا اور جو ہونا تھا'' کا علم رکھتے تھے؟

ج: رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں 571ء میں آمنہ کے گھر مکہ میں پیدا ہوئے، ایسا کوئی فرمان رسول نہیں ہے کہ ''اللہ نے سب سے پہلے مجھے پیدا کیا'' اور ایسی روایات بلا سند اور من گھڑت ہیں، ان روایات کو فرمان رسول کہنا سخت گناہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ذٰلِکَ مِنۡ أَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ إِلَیۡکَ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ إِذۡأَجۡمَعُوۡٓا أَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ یَمۡکُرُوۡنَ﴾ [یوسف: 102].

''یہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم آپ پر وحی کر رہے ہیں جب [برادران یوسف علیہ السلام نے] اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم ان کے پاس نہ تھے''.

اور یہ بھی فرمایا: ﴿وَمَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِیِّ إِذۡ قَضَیۡنَآ إِلٰی مُوۡسَی الۡأَمۡرَ وَمَا کُنۡتَ مِنَ الشّٰهِدِیۡنَ﴾.

''اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا تو تم [طور کے] مغرب میں نہیں تھے اور نہ ہی اس واقعہ کے دیکھنے والوں میں سے تھے'' [قصص:44].

ایسی بات آل عمران: 44 اور ھود: 49 میں بھی ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَیۡکَ﴾

''اور بہت سے رسول ہیں جن کے حالات ہم نے آپ سے بیان نہیں کیے'' [النساء: 164].

س: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے اعلان کروایا:

﴿وَأَنَا أَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ﴾ [الأنعام: 163].

''اور میں اول مسلم ہوں''.

اگر آپ سب سے پہلے پیدا نہیں ہوئے تو اول مسلم کیسے ہو سکتے ہیں؟

ج: جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی تجلی دیکھی اور بے ہوش ہو گئے، ہوش میں آنے کے بعد کہنے لگے:

﴿سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ إِلَيۡکَ وَأَنَا أَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ [الأعراف: 143].

''تیری ذات پاک ہے میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں اول مومن ہوں''.

جادوگر جب موسی علیہ السلام سے مقابلہ کرنے میں ناکام ہوئے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو کہنے لگے:

﴿أَنۡ کُنَّا أَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾.

''ہم اول مومن ہیں'' [الشعراء: 51].

معلوم ہوا اول مسلم سے یہ مراد لینا کہ ان سے پہلے مسلم موجود نہ تھے، قرآنی منشا کے مطابق نہیں ہے.

س: حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡأَفۡلَاکَ''.

''اے محمد! اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات پیدا نہ کرتا''.

کیا اس حدیث کی بنا پر آپ کو سب سے پہلے نہیں ہونا چاہیے؟

ج: یہ روایت من گھڑت ہے، امام الصنعانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے، ایسی بلا سند روایت کو ماننا جائز نہیں ہے جبکہ قرآن حکیم بھی اس نظریہ کی تردید کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالإِنۡسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ﴾.

’’میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے‘‘ [الذاریات: 56].

معلوم ہوا کہ تخلیق کائنات کا سبب رسول اللہ ﷺ کی ذات نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾.

’’اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے‘‘ [الأنبياء: 107].

جہان میں تو آدم علیہ السلام سے لے کر ہر نبیؑ کی امت شامل ہے، اگر آپ ﷺ سب رسولوں کے آخر میں آئے تو پہلے لوگوں کے لیے رحمت کیسے ہوں گے؟

ج: دراصل عالمین کے لفظ سے دھوکہ ہوا ہے، یقیناً اللہ رب العالمین ہے اور اس آیت میں عالمین سے مراد کائنات کی ہر چیز ہے مگر دوسروں کے لیے ’’عالمین‘‘ محدود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾.

’’وہ بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ ’’عالمین‘‘ کو ڈرائے‘‘ [الفرقان: 1].

اس آیت پر غور فرمائیں یہاں ’’عالمین‘‘ میں نہ فرشتے شامل ہیں اور نہ ہی پہلی امتیں، یہاں عالمین سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بعد آنے والے لوگ ہیں.

[۲] اللہ تعالیٰ نے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کو ﴿آيَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ [الأنبياء: 91].

’’تمام عالمین کے لیے نشانی‘‘ قرار دیا.

سوچیے عیسیٰ علیہ السلام اپنی پیدائش سے قبل کے لوگوں پر کیسے نشانی ہو سکتے ہیں؟

[۳] قوم موسیٰ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَأَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ [البقرة: 122].

''اور میں نے تم کو عالمین پر فضیلت دی''.

اس آیت میں عالمین مزید محدود ہوگا کیونکہ قوم موسٰی علیہ السلام کو امت محمدیہ پر فضیلت نہیں ملی، اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام پر انہیں فضیلت دی گئی تھی. ان دلائل سے واضح ہے کہ رحمۃ للعالمین کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سب سے پہلے ثابت نہیں کی جا سکتی.

س: اللہ تعالیٰ شیطان سے سوال کرتا ہے:

﴿قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ﴾ [ص: 75].

''فرمایا اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا، کیا تو غرور میں آ گیا یا تو عالین (اونچے درجے والوں) میں سے ہے''.

کیا عالین (اونچے درجے) میں کچھ لوگ تھے جو سجدہ سے مستثنیٰ تھے کیا وہ محمد ﷺ اور آل محمد ہیں اور جو آدم کی پیدائش سے پہلے موجود تھے؟

ج: قرآن وسنت میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ محمد ﷺ اور آل محمد عالین میں سے ہیں اور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے موجود تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ فرعون اور اس کی جماعت کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَکَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ﴾ [المؤمنون: 46].

''اور وہ عالین میں سے تھے''.

معلوم ہوا عالین سے مراد سرکش لوگ ہیں معاذ اللہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ نہیں ہیں.

س: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو "شاہد" کا خطاب دیا، شاہد کے معنی گواہ ہیں، گواہی وہی دے سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو، اگر آپ شروع سے موجود نہیں اور لوگوں کے حالات پر حاضر ناظر نہیں تو قیامت کے دن گواہی کیسے دیں گے؟

ج: قیامت کے دن کی گواہی کی تفصیلی کیفیت اللہ ہی کے علم میں ہے، یہ گواہی کراماً کاتبین کے لکھے ہوئے نامہ اعمال کی بنیاد پر ہوگی، انسانی اعضا بھی گواہی دیں گے، جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے شاہد ہونے کا تعلق ہے تو اس شہادت کا تعلق اس دنیا سے ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة: 143].

"اور اس طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے".

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں حق کی گواہی دی اس حق کی گواہی کے نتیجہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسلام قبول کیا پھر صحابہ نے حق کی یہ گواہی اگلے لوگوں تک پہنچائی، شہادت حق کا یہ فریضہ ہر زمانہ میں امت مسلمہ پر فرض ہے، آپ شاہد تھے یعنی اپنی زندگی میں حق کی گواہی دیتے تھے اور نذیر تھے، لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے، اب یہی شہادتِ حق کا فریضہ امت مسلمہ کے ذمہ ہے.

ہم سابقہ انبیاء کی قوموں کے خلاف بھی گواہی دیں گے اور جب ہم پچھلی قوموں پر حاضر ناظر نہیں تو پھر گواہی کیسے ہوگی؟ یہ اللہ ہی کے دیئے ہوئے علم کی بنیاد پر ہوگی.

معلوم ہوا کہ ''شاہد'' کے لفظ کو بنیاد بنا کر جو عقیدہ تراشہ گیا ہے وہ بے بنیاد ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾.

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا'' [الفيل: 1].

کیا رسول اللہ ﷺ پیدائش سے پہلے اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے؟

ج: أَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا سے مراد صرف آنکھ سے دیکھنا نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾.

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی بستیاں ہلاک کیں'' [الأنعام: 6].

کیا مشرکین مکہ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اپنی پیدائش سے پہلے ہلاک ہونے والی بستیوں کو دیکھ رہے تھے.

﴿أَوَ لَمْ يَرَ الإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ﴾.

''کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا؟'' [يس: 77].

کیا اس آیت میں دیکھنے سے مراد آنکھ کا مشاہدہ ہوسکتا ہے؟ یقیناً نہیں؟ الغرض ''الم تر'' سے مراد صرف آنکھ سے مشاہدہ کرنا نہیں ہے، یہ عربی میں محاورہ ہے اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کیا تو نے غور نہیں کیا.

صرف اللہ ہی مشکل کشا ہے

س: حل مشکلات کے لیے دعا و پکار کا مستحق کون ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾.

''اور (اے رسول!) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو [آپ کہہ دیں] کہ میں بے شک قریب ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں'' [البقرة: 186].

یہ بھی فرمایا: ﴿وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾.

''اور (اے لوگو!) دین کو خالص اللہ کے لیے مانتے ہوئے اللہ ہی کو پکارو'' [الأعراف: 29].

یہ بھی فرمایا: ﴿ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾.

''(لوگو!) اپنے رب سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو'' [الأعراف: 55].

﴿وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ [الجن: 18].

''اور بے شک تمام مسجدیں اللہ [کی عبادت] کے لیے ہیں لہذا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو''.

ان آیات سے واضح ہے کہ پکار صرف اللہ کے لیے ہے، کیونکہ:

[۱] مخلوق کی تکلیف کا علم اللہ ہی کو ہے، وہ تو دلوں کے راز تک جانتا ہے.

[۲] مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان (رحمٰن اور رحیم) اللہ کی ذات ہے.

[۳] مخلوق کی تکلیف دور کرنے پر قادر اللہ ہی کی ذات ہے.

پھر اس علیم، رحیم اور قدیر ذات کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے پکارا جا سکتا ہے؟

اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ﴾.

''اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے'' [الأنفال: 10].

مشرکین کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾.

''اور جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے'' [الأعراف: 197].

مشرکین مکہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ [العنكبوت: 65].

''پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں''.

افسوس آج کلمہ گو مسلمان سمندر میں بھی یا علی مدد اور یا غوث اعظم مدد کے نعرے لگاتے ہیں. اس طرح وہ شرک میں مشرکین مکہ سے ایک قدم آگے بڑھ گئے ہیں.

س: انبیاء و اولیاء اللہ کس کو پکارتے رہے؟

ج: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ براہ راست اللہ ہی کو پکارتے رہے، قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی دعائیں موجود ہیں، ان میں کسی کا وسیلہ یا واسطہ نہیں ہے.

آدم علیہ السلام کی دعا:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾.

''دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اگر تو نے نہ بخشا اور رحم نہ کیا تو ہم تباہ ہو جائیں گے'' [الأعراف: 23].

نوح علیہ السلام کی دعا:

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾.

''کہا اے میرے رب انہوں نے مجھے جھٹلایا پس میری مدد کر'' [المؤمنون: 39].

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْماً﴾.

''اور کہہ میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما'' [طه: 114].

اصحاب کہف کی دعا:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ [الكهف: 10].

''اے ہمارے رب ہم پر اپنے پاس سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں درستگی فرما''.

اعراف والوں کی دعا:

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾.

''اے ہمارے رب ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ کرنا'' [الأعراف: 47].

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ نے جب بھی دعا کی براہ راست اللہ تعالیٰ سے کی، نہ کسی زندہ یا مردہ کا واسطہ دیا نہ نبی علیہ السلام کا نہ فرشتے کا، پس ہمیں انہیں کے راستے پر چلنا ہے

فرمایا:

﴿أُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ﴾ .

''یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی پس ان کی سیرت کی پیروی کرو'' [الأنعام: 90].

س: کیا پکارنا عبادت ہے؟

ج: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ الدُّعَآءَ هُوَالْعِبَادَةُ''.

''بیشک دعا ہی عبادت ہے''.

پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ، إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ [المومن: 60].

''اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ تکبر کر کے میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ذلیل وخوار ہو کر ضرور جہنم میں داخل ہوں گے''.

[أبوداود: 1479، ترمذی: 2969].

جب پکارنا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ ہی کی جاتی ہے، تو پھر کسی غیر کو پکارنا اس کی عبادت کرنا یعنی اسے معبود بنانا ہے جو شرک ہے اور نا قابل معافی جرم ہے.

س: کیا غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا شُرَكَآئَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْامِنْ دُوْنِكَ﴾.

''اور جب شرک کرنے والے اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب یہی ہمارے وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے'' [النحل: 86].

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے.

س: کیا غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے؟

ج: غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهٖ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهٖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾.

''اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے، اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے تحقیق کافر فلاح نہیں پاتے'' [المؤمنون: 117].

غیر اللہ کو پکارنے والے خود مرتے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے:

﴿حَتّٰى إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾.

''یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے جان لینے کو آئیں گے تو وہ کہیں گے وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے، وہ کہیں گے آج ہم سے گم ہو گئے ہیں اور اقرار کریں گے کہ بے شک وہ کافر تھے'' [الأعراف: 37].

س: غیر اللہ کو پکارنے کا کیا نقصان ہے؟

ج: غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا عذاب کا باعث ہے، فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ [الشعراء: 213].

’’اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو ورنہ تم عذاب دیے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے‘‘.

یہ بھی فرمایا: ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغٰوِينَ ☆ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ☆ مِنْ دُونِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ☆ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ﴾.

’’اور جہنم گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی اور کہا جائے گا، وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے، کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں پس وہ معبود اور گمراہ دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے‘‘ [الشعراء: 91,94].

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ مشرکین اگرچہ اللہ کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں مگر وہ چونکہ مشرکین کے دشمن تھے اس لیے وہ ان کے معبود نہیں، ان کا معبود شیطان ہے جیسا کہ المائدہ: 116,117 اور النساء: 117 میں ہے.

یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾ [یونس: 110].

’’اللہ کے سوا اس کو نہ پکارنا جو تجھے نہ نفع دیتا ہو نہ تیرا نقصان کر سکتا ہے، اگر تو نے ایسا کیا تو اسی وقت ظالموں میں سے ہو جاؤ گے‘‘.

س: کیا غیر اللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے؟

ج: غیر اللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسانوں سے فرمائے گا:

﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ☆ وَأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾.

’’اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا یقیناً وہ تمہارا

کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھی راہ ہے'' [یس: 60,61].

آج شیطان کو کوئی سجدہ اور رکوع نہیں کرتا، کوئی شیطان کو نہیں پکارتا مگر چونکہ اللہ کے سوا کسی کو بھی پکارا جائے وہ شیطان ہی کی اطاعت ہے، اور اطاعت ہی عبادت ہے.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرٰهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا☆ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يٰأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُوَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا☆ يٰأَبَتِ إِنِّيْ قَدْجَآءَ نِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ أَهْدِكَ صِرَاطاً سَوِيًّا☆ يٰأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾.

''اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو وہ سچے نبی تھے، جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا، ابا جان آپ کیوں اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کوئی فائدہ دے سکتا ہے، اے ابا جان میرے پاس وہ علم آ گیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، میرے پیچھے چلیے، میں آپ کو سیدھی راہ پر لے چلوں گا، اے ابا جان شیطان کی عبادت نہ کریں شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے'' [مریم: 41 – 44].

ان آیات سے ثابت ہوا کہ بتوں کی پوجا بھی دراصل شیطان ہی کی عبادت ہے، ان آیات پر بھی غور کیجئے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ☆ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْايَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾.

''اور جس دن وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے تیری ذات پاک ہے، ان کی بجائے تو ہی ہمارا ولی ہے بلکہ

یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے، ان کی اکثریت انہی پر ایمان رکھتی تھی'' [السبا: 40].

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے اور ان کی عبادت کرتے تھے مگر فرشتے صاف انکار کردیں گے اور کہیں گے کہ یہ شیطان جنات کی عبادت کرتے تھے.

بعض تعویذات پر یا جبرائیل' یا میکائل یا اسرافیل یا عزرائیل لکھا جاتا ہے، بعض چوروں کو پکڑنے کے لیے مٹی کا لوٹا لے کر اس پر یہ نام لکھتے ہیں اور پھر مشکوک لوگوں کے نام کاغذ پر لکھ کر اس میں ڈالتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ چور کے نام پر لوٹا گھومے گا، یہ سب شیطان کی عبادت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلاَّ شَيْطٰناً مَّرِيْدًا﴾ .

''اور یہ لوگ شیطان سرکش کو ہی پکارتے ہیں'' [النساء: 117].

س: کیا غیر اللہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ .

''اسی کو پکارنا سودمند ہے، اور جو اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے، اس کی مثال پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی مانند ہے (جو چاہتا ہے کہ) پانی اس کے منہ میں آجائے حالانکہ وہ نہیں آسکتا اور کافروں کی پکار بیکار ہے'' [الرعد: 14].

معلوم ہوا اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا ایسا ہی ہے کہ آدمی کنویں کے پانی کو کہے کہ وہ اس کے منہ میں آجائے، یہ بھی فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍo إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْ كِكُمْ﴾ .

''اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں، اگر تم ان کو پکارو، تمہاری پکار نہ سنیں گے اور اگر سن لیں تو تمہاری درخواست قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے'' [الفاطر : 13,14].

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کسی کو نفع دینے کا اختیار نہیں رکھتے ، یہ بھی فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ☆وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ .

''اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکے اور وہ ان کے پکارنے ہی سے غافل ہیں اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے'' [الأحقاف: 5,6].

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ قیامت تک ان پکارنے والوں کو جواب نہیں دے سکتے ، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین نیک لوگوں کو پکارتے تھے اسی لیے وہ ان کے دشمن ہوں گے .

س: قرآن مجید میں ﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ آیا ہے اگر ہم یارسول اللہ کہیں تو کیا حرج ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ جس کو چاہے خطاب کرے، وہ سنوانے پر قادر ہے، فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ .

''بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے'' [فاطر : 22].

جب اللہ سنانے پر قادر ہے تو اس نے ان چیزوں سے خطاب بھی کیا ہے، زمین وآسمان سے خطاب کیا.

﴿يٰأَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَ كِ وَيٰسَمَآءُ أَقْلِعِيْ﴾ .

''اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا'' [هود: 44].

سب انسانوں سے ﴿ يٰأَيُّهَا النَّاسُ﴾ کہہ کر خطاب کیا.

﴿يٰأَيُّهَاالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ [التحريم: 7]. کہہ کر کفار سے خطاب کیا.

﴿يٰآ إِبْلِيْسُ﴾ [صٓ: 75] کہہ کر شیطان سے خطاب کیا، چونکہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں، وہ جس کو چاہے خطاب کرے وہ تو ہر ایک کو دیکھتا اور اس کی سنتا ہے مگر ہم نہ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ اپنی آواز انہیں پہنچاسکیں، اور نہ وہ جواب دینے پر قادر ہیں، لہذا اس میں یارسول اللہ کہنے کی دلیل نہیں ہے.

س: جب تشہد میں '' أَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ '' کہا جاتا ہے، تو پھر ہم یارسول اللہ کیوں نہ کہیں؟

ج: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں زندہ تھے ہم اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے تھے، لیکن جب آپ وفات پا گئے تو ہم ''أَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' کہتے ہیں'' [بخاری:6265، مسلم:402].

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشہد میں ''أَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ '' پڑھتے تھے [موطأ إمام مالک].

معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ وفات کے بعد نہیں سنتے، سلف میں جو

لوگ تشہد میں ''أَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَاالنَّبِیُّ'' کے قائل ہیں وہ بھی غیر اللہ سے امداد مانگنے کو شرک شمار کرتے ہیں، وہ ندالغیر اللہ کے قائل نہیں ہیں، أَیُّھَا النَّبِیُّ اس لیے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشہد کو یوں سکھاتے گویا کہ وہ قرآن کی سورت ہے [بخاری: 6265، مسلم: 402].

لہذا جس طرح قرآن مجید پڑھتے ہوئے ﴿یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ پڑھا جاتا ہے مگر اہل ایمان کو سنانا مقصود نہیں اس طرح تشہد میں بھی أَیُّھَا النَّبِیُّ کہا جا سکتا ہے.

س: قبرستان جا کر '' أَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَأَھْلَ الْقُبُوْرِ'' کہا جاتا ہے، اگر مردے نہیں سنتے تو پھر ان سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟

ج: صرف خطاب کرنا سننے کی دلیل نہیں ہے.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو خطاب کر کے کہتے ہیں: ''اے! حجر اسود تو ایک پتھر ہے، نفع ونقصان تیرے اختیار میں نہیں ہے، اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا'' [بخاری: 1605، مسلم: 1270].

کیا یہ بات دلیل ہے کہ پتھر سنتے ہیں؟

معلوم ہوا کہ صرف خطاب کرنا سننے کی دلیل نہیں ہے.

علاوہ ازیں ''السلام علیکم یا أھل القبور'' کی روایت کو البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا. اس کی سند میں قابوس ہے جو ضعیف ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ .

''اور اس سے پہلے وہ کافروں کے خلاف فتح کی درخواست کرتے تھے'' [البقرۃ: 89].

کیا یہ آیت نبی ﷺ کا واسطہ دینے کی دلیل نہیں ہے؟

ج: اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ یہود اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ اس نبی کو ہمارے لیے بھیج جس کی جماعت میں شامل ہو کر ہم مشرکین سے لڑیں گے اور فتح حاصل کریں گے، اس آیت میں کوئی ایسا ذکر نہیں کہ فلاں کے واسطے سے ہماری مدد فرما.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْمًا﴾ [النساء: 64].

''جب ان لوگوں نے خود پر ظلم کیا تو اگر آپ کے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے''.

کیا اس آیت کے مطابق ہمیں قبر نبوی پر جا کر مغفرت کی دعا نہیں کرنی چاہیے؟

ج: جَآءُوكَ سے ''آپ'' کے پاس آنا مراد ہے، یہاں قبر نبوی مراد نہیں ہے، اس آیت میں بھی جَآءُوكَ کا لفظ ہے:

﴿وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ﴾.

''اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے آپ کو دعا نہیں دی اس سے آپ کو دعا دیتے ہیں'' [المجادله: 8].

دونوں آیتوں سے مراد آپ کی زندگی کا وقت ہے.

یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی، تابعی یا امام سے یہ ثابت نہیں کہ کسی نے قبر پر آ کر آپ سے یا آپ کے وسیلہ سے استغفار کیا ہو.

س: ابو منصور نے عتبی سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے قبر نبوی پر سلام کیا اور کہا کہ اللہ نے فرمایا 'جب یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر چکیں تو آپ کے پاس آئیں، اللہ سے استغفار

کریں اور رسول ان کے لیے بخشش کی دعا مانگے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے، میں اپنے رب کے پاس آپ کی سفارش لینے آیا ہوں رسول اللہ ﷺ عتبی کے خواب میں آئے کہ اسے مغفرت کی خوشخبری سنادو[ابن کثیر].

کیا یہ روایت قبر نبوی ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے کی دلیل نہیں؟

ج: یہ قصہ من گھڑت ہے، عتبی کی توثیق کسی نے نہیں کی، اوراس کی سند میں محمد بن حرب الہلالی ہے نہ معلوم کون ہے کہیں اس کا ذکر نہیں، جب سند کا حال معلوم نہ ہوتو اس مجہول روایت کو قبول نہیں کیا جاسکتا' لہذا یہ روایت دلیل نہیں.

س: کیا ہم زندہ اور موجود لوگوں سے تعاون طلب کر سکتے ہیں؟

ج: جس چیز میں اللہ نے زندہ لوگوں کو قدرت دی ہے اس میں ہم ان سے معاونت طلب کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى﴾.

''نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو'' [المائدة: 2].

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ اپنے بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے'' [بخاری:2442،مسلم:2580].

یہ اسباب سے مشروط امداد اس بات کی قطعًا دلیل نہیں بن سکتی کہ فوت شدہ انبیاء اور اولیاء کو پکارا جائے.

س: کیا کسی قبر سے تبرک حاصل کیا جاسکتا ہے؟

ج: صالحین کی قبروں پر جا کر ان کی قبر کے پتھر یا درخت سے برکت حاصل کرنا شرک

ہے، ابو واقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، ہمارا زمانہ کفر ابھی نیا نیا گزرا تھا راستے میں ایک جگہ بیری کا درخت آیا جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا، مشرکین اس درخت کے پاس بیٹھنا باعث برکت خیال کرتے تھے اور اپنے ہتھیار بھی برکت کے لیے اس درخت پر لٹکایا کرتے تھے، جب ہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ سے عرض کی کہ جیسے ان مشرکوں کے لیے ذات انواط ہے، آپ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے آپ نے اللّٰه أكبر کہا اور فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے وہی بات کہی جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم لوگ بڑے جاہل ہو، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے [ترمذی: 2180].

معلوم ہوا کہ برکت کے حصول کے لیے ایسی جگہیں مقرر کرنا جائز نہیں.

س: کیا کسی قبر پر جہاں دوسرے لوگ غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے ہوں کوئی موحد خالص اللہ تعالیٰ کے لیے جانور ذبح کر سکتا ہے؟

ج: وہ مقام جہاں غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہاں خالص اللہ کے لیے بھی جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے.

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ نامی مقام پر جا کر چند اونٹ ذبح کرے گا، اس نذر کے ماننے والے نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کیا ایسا کرنا صحیح ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہاں کوئی بت تھا، جس کی مشرک

پوجا کرتے تھے، صحابہ نے عرض کی کہ نہیں، آپ نے پھر پوچھا کہ کیا وہاں مشرکین کا میلہ لگتا تھا، صحابہ نے عرض کی کہ نہیں، آپ نے اس صحابی کو نذر پوری کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر پوری کرنا درست نہیں اور نہ ہی وہ نذر پوری کرنا صحیح ہے جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو'' [ابوداؤد:3313].

س: کیا قرآنی آیات یا مسنون دعاؤں سے تعویذ لکھ کر لٹکانا اچھا عمل ہے؟

ج: قرآن وسنت میں وارد دعاؤں کا استعمال وہی صحیح ہے جو اللہ کے نبی محمد ﷺ نے سکھایا، یوں آیات واحادیث کو لکھ کر گھونگے اور سیپی کی سی شکل بنا کر کالے یا سفید دھاگوں میں باندھنا یا گرہ دار دھاگوں میں لٹکانا ہرگز ہرگز سنت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ انداز تو **التمائم** کے ساتھ مشابہ ہے جبکہ **التمائم** سے مراد گھونگے وسیپیاں وغیرہ ہیں جو مشرکین بلاؤں سے بچنے کے لیے لٹکایا کرتے تھے، ان تمائم کو اللہ کے نبی ﷺ نے شرک کہا ہے' پھر تعویذ تو اچھا خاصا کاروبار بن چکا ہے اور شاید ہی کوئی تعویذ لکھنے والا لوگوں کو یہ بتاتا ہو کہ اس میں کیا لکھا گیا ہے، جبکہ بعض تعویذوں میں یا جبرائیل یا اسرافیل وغیرہ (**ندا لغیر اللّٰه**) تک لکھا ہوتا ہے. بعض تعویزات میں حروف ابجد لکھے ہوتے ہیں، جو یقیناً ناجائز ہیں.

س: امور کائنات میں مرضی کس کی چلتی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد ذات ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے جو وہ چاہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾

''اللہ کی یہ شان ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ''ہوجا'' اور وہ ہو

جاتا ہے“ [یٰسٓ: 82].

اللہ کی توفیق ہی سے انسان کوئی کام کرسکتا ہے، فرمایا:

﴿لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾.

”کسی میں کوئی قوت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے“ [الکھف: 39].

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا:

﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ إِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَداً الَّآ أَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾.

”اور کسی کام کی نسبت ہرگز نہ کہنا کہ میں یہ کام کل کردوں گا، مگر (یہ کہا کرو) اگر اللہ نے چاہا (تو میں یہ کام کل کروں گا)“ [الکھف: 23,24].

ایک شخص نے رسول اللہ سے کہا: ”مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ“ ”جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں (وہی ہوتا ہے)“. آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے تو مجھے اللہ کے برابر کردیا (میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا) بلکہ جو اللہ اکیلا چاہے (وہی ہوتا ہے)“ [مسند احمد: 1839، 214/1].

معلوم ہوا کہ اللہ کی مشیت کسی دوسرے کی چاہت کی محتاج نہیں، اسی طرح کسی کو ہدایت کے راستہ پر لگانا اللہ ہی کی توفیق سے ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾.

”یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے چلاتا ہے“ [الأنعام: 89].

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا:

﴿إِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾.

”(اے رسول!) بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی

جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے“ [القصص: 56].

جب امام الانبیاء بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے تو پھر وہ کون سا مردِ مومن ہے جس کے متعلق شاعر کہتا ہے:

؎ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

س: اولاد دینا کس کے اختیار میں ہے؟

ج: اولاد دینا اللہ ہی کے اختیار میں ہے فرمایا:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ إِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ، أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ إِنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْماً إِنَّهُ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾.

”آسمان اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے“ [الشوریٰ: 49,50].

اس معاملے میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ بھی بے اختیار ہیں، زکریا علیہ السلام بڑھاپے تک بے اولاد رہتے ہیں اور بڑھاپے میں یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا○ وَإِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِ یْ وَكَانَتِ امْرَأَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا﴾.

”عرض کی اے میرے پروردگار، میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا

ہے(بالوں کی سفیدی کے سبب آگ کی طرح چمکنے لگا ہے)اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما'' [مریم: 4,5].

مریم کو دیکھئے وہ کہتی ہیں: ﴿قَالَتۡ أَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ أَکُ بَغِیًّا☆قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ﴾ [مریم: 20,21].

''(مریم نے) کہا میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں، فرشتے نے کہا کہ یونہی (ہوگا) تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے''.

مریم نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے ہاں بچہ پیدا ہو:

﴿قَالَتۡ یٰلَیۡتَنِیۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَکُنۡتُ نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا﴾.

''کہنے لگیں کہ کاش میں اس (بچے کی پیدائش) سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی'' [مریم: 23].

مگر اللہ کی مرضی کے آگے بے بس تھیں، معلوم ہوا بچے کی تخلیق اللہ ہی کے اختیار میں ہے مگر افسوس بعض کلمہ پڑھنے والے بچے کی بخشش کو اللہ کے سوا اوروں کی طرف منسوب کرتے ہیں کوئی حسین بخش بنتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی پیراں دتہ اور کوئی امام بخش، اللہ کو معبود ماننے کے باوجود کبھی عبدالنبی بنتے ہیں اور کبھی عبدالرسول، ایسے نام یقیناً شرکیہ ہیں.

س: عزت وذلت دینا کس کے اختیار میں ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَ تَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ إِنَّکَ

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾.

"(اے نبی ﷺ!) کہئے کہ اے اللہ اے بادشاہت کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہت دے جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے" [آل عمران: 26].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾.

"بے شک عزت تو سب اللہ ہی کی ہے" [النساء: 139].

س: رزق میں فراخی اور تنگی کس کے اختیار میں ہے؟

ج: اللہ ہی رزق دینے والا ہے، تنگی اور فراخی اسی کے ہاتھ میں ہے:

﴿أَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ﴾.

"اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے" [العنکبوت: 62].

اللہ کے سوا کوئی داتا یعنی رزق میں برکت دینے والا نہیں، فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾.

"بے شک جن ہستیوں کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتیں، پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو" [العنکبوت: 17].

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں لہذا کھانا مجھ سے مانگا کرو، اے میرے

بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں کپڑے پہناؤں لہذا کپڑے مجھ سے مانگا کرو میں تمہیں کپڑے پہناؤں گا'' [صحیح مسلم: 2577].

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾.

''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج وفقیر ہو اور اللہ ہی بے پروا اور سزاوار حمد وثنا ہے'' [الفاطر: 15].

انسانوں میں سب سے اونچا مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں:

﴿رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾.

''اے میرے رب جو بھلائی آپ میری طرف اتاریں میں اس کا ضرورت مند [محتاج] ہوں'' [القصص: 24].

سوچئے پھر دوسرا کون اس کی محتاجی سے باہر ہوسکتا ہے، معلوم ہوا کہ اپنے کو دوسرے کا محتاج یا فقیر سمجھنا یا کسی دوسرے کا فقیر بننا شرکیہ ہے.

س: بیماری سے شفا دینے والا کون ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾.

''اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو اللہ ہی مجھے شفا دیتا ہے'' [الشعراء: 80].

رسول اللہ ﷺ جب کسی بیمار کی عیادت کرتے تو اس طرح دعا کرتے: ''أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا''.

''اے لوگوں کے رب اس بیماری کو دور کردے، شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری نہ چھوڑے'' [بخاری: 5675، مسلم: 2191].

س: کیا کسی کو خوش کرنے کے لیے اعمال کرنے چاہئیں؟

ج: صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے نیک کام کرنے چاہئیں، دکھاوے کے لیے اعمال کرنا شرک ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾.

''اور جو شخص ایسے [نیک] کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے گا تو ہم اس کو اجر عظیم دیں گے'' [النساء: 114].

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور ہم دجال کے فتنہ کا ذکر کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کا دجال سے بڑھ کر مجھے خوف ہے؟ ہم نے عرض کی ضرور فرمائیں، آپ نے فرمایا: وہ شرک خفی ہے، اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز کو زیادہ اچھی طرح ادا کرے جب لوگ اسے دیکھ رہے ہوں'' [ابن ماجہ:4204].

س: ڈرنا کس سے چاہئے؟

ج: نفع نقصان اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اس لیے ڈرنا بھی اسی سے چاہئے، لوگوں سے اس طرح ڈرنا گویا کہ وہ نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہیں' جائز نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''کیا تم ان (کافروں) سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ ہے بشرطیکہ تم ایمان رکھتے ہو'' [التوبة: 13].

منافقین کے بارے میں فرمایا:

﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾

''جب ان پر جنگ فرض کردی گئی تو ان میں سے ایک جماعت لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگی جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ'' [النساء: 77].

س: سب سے بڑھ کر محبت کس سے ہونی چاہئے؟

ج: سب سے بڑھ کر محبت صرف اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے' اللہ تعالی نے اپنے کلام میں ان لوگوں کو مشرک قرار دیا ہے جو اپنے بنائے ہوئے شریکوں سے اللہ کی سی محبت رکھتے ہیں فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَاداً يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ﴾ [البقرة: 165].

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے وہ اللہ کی سی محبت کرتے ہیں اور مومن تو شدید محبت اللہ سے کرتے ہیں''.

سوچئے جب اللہ سے بڑی محبت رکھنے کے باوجود اللہ کی بجائے دوسروں سے اتنی ہی محبت رکھنے کی بنا پر انسان مشرک ہو جاتا ہے، تو ان کا کیا حال ہوگا جو اللہ سے بڑھ کر اپنے شریکوں سے محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ کہاں جائیں گے جو صرف شریکوں سے محبت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو جانتے ہی نہیں.

اللہ تعالیٰ کے بعد محبت کے سب سے زیادہ مستحق نبی اکرم محمد ﷺ کی ذات ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی اولاد، اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے'' [بخاری:14، مسلم:44].

پھر مومنین سے اللہ کے لیے محبت کرنی چاہیئے، انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جس شخص میں تین باتیں ہوں اس نے ایمان کی مٹھاس پائی:

[۱] سب سے زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسول سے ہو.

[۲] اللہ کی خاطر کسی بندے سے محبت کرے.

[۳] کفر سے نجات پانے کے بعد کفر میں جانے کو آگ میں ڈالے جانے کے برابر سمجھے''

[بخاری:16، مسلم:43].

س: اللہ سے محبت کا تقاضا کیا ہے؟

ج: اللہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہ کرے، فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْماً يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْكَانُوْا اٰبَآءَ هُمْ أَوْأَبْنَآءَ هُمْ أَو إِخْوَانَهُمْ أَو عَشِيْرَتَهُمْ أُوْلٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ أُوْلٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ .

''جو لوگ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ ان کے باپ' بیٹے' بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں، یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور غیب سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان

سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں، یہی لوگ اللہ کا لشکر ہیں، سن لو کہ اللہ کا لشکر ہی مراد پانے والا ہے“ [المجادلة: 22].

ایسی ہی بات الممتحنة: 4، التوبة: 23، المائدة: 51 اور النساء: 144 میں موجود ہے.

س: تعریفوں کا حقدار کون ہے؟

ج: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، کیونکہ وہ خالق ہے باقی سب مخلوق ہیں، وہ حاکم ہے باقی سب محکوم ہیں، وہ قادر ہے باقی سب محتاج ہیں غرض وہ تمام کمزوریوں سے پاک ہے، اس لیے فرمایا:

﴿أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ .

”ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے، جو تمام مخلوقات کو پالنے والا ہے“ [الفاتحة: 2].

اور یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّانَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ .

”اور زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے بعد سات سمندر اور سیاہی بن جائیں تو اللہ کی باتیں (صفتیں) ختم نہ ہوں گی، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے“ [لقمان: 27].

س: سب سے زیادہ خوف کس کا ہونا چاہیے؟

ج: مومن کے دل میں سب سے زیادہ خوف اللہ کا ہونا چاہئے.

ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَ هُ فَلا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ .

''بلاشبہ یہ شیطان ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے لہذا تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اگر تم مومن ہو'' [آل عمران: 175].

اور یہ بھی فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ .

''بلاشبہ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لاتے' نماز قائم کرتے اور زکاۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں داخل ہیں'' [التوبة: 18].

اس لیے مومن لوگوں کی طرف سے آنے والی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے حق پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہتے ہیں فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَإِذَآ أُوْذِىَ فِى اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ .

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے لیکن جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی ایذا پہنچائی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی ایذا کو یوں سمجھتے ہیں گویا اللہ کا عذاب'' [العنکبوت: 10].

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ کو خوش کرنا چاہے، چاہے لوگ ناراض ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے بے پروا کر دے گا، اور جو لوگوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا'' [ترمذی:2414].

س: بھروسہ کس پر کرنا چاہیے؟

ج: بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہئے، فرمایا:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ .

''مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے'' [آل عمران: 122].

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار لوگ جنت میں بلا حساب و کتاب جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں پھنکواتے' نہ داغ لگواتے ہیں نہ بدفالی لیتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں'' [بخاری:5705، مسلم:220].

س: کیا مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوسکتا ہے؟

ج: مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوسکتا، فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ إِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ .

''اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے'' [الحجر: 56].

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے لکھ دیا ہے کہ بیشک میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے''.

[بخاری:3194، مسلم:2715].

س: معجزہ دکھانا کس کے اختیار میں ہے؟

ج: معجزہ دکھانا صرف اللہ کے اختیار میں ہے رسولوں کے اختیار میں نہیں' یہ تو صرف ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ أَنْ يَّأْتِىَ بِاٰيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾.

''اور کسی رسول کے اختیار میں یہ نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے'' [الرعد: 38].

رسول اللہ ﷺ سے کفار نے کچھ معجزات دکھانے کا مطالبہ کیا:

﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ یَنْبُوْعًا☆أَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا☆أَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا أَوْ تَأْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ قَبِیْلًا☆ أَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ [بنی إسرائیل: 90-93].

''اور کہنے لگے کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ آپ:

[۱] ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دیں.

[۲] یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو جس کے اندر آپ نہریں بہا نکالیں.

[۳] یا جیسا کہ آپ کہتے ہیں آسمان کے ٹکڑے لا گرائیں.

[۴] یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں.

[۵] یا آپ کا مکان سونے کا بن جائے.

[۶] یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک آپ ہمارے لیے کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں، (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب پاک ہے (یہ سب کام کرسکتا ہے میرے اختیار میں نہیں کیونکہ) میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں''.

ان آیات سے واضح ہے کہ معجزات دکھانا بشر اور رسول کے اختیار میں نہیں، اس کی واضح

مثال موسی عَلَیہِ السَّلَام کا معجزہ ہے جب اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَأَنْ أَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ﴾.

''اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو، جب (موسیٰ نے لاٹھی کو) دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ہم نے کہا) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن پانے والوں میں سے ہو'' [القصص: 31].

موسیٰ عَلَیہِ السَّلَام کا لاٹھی کے سانپ بننے پر ڈر جانا واضح کرتا ہے کہ معجزات انبیاء کے اختیار میں نہیں ہیں، پھر کرامت اولیاء اللہ کے اختیار میں کیسے ہوسکتی ہے، لہذا جن کرامات میں دعوی ہوا نہیں کرامات نہیں مانا جاسکتا.

س: کیا معجزات یا کرامات میں غیب کی خبر ہوسکتی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا☆ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾.

''(اللہ ہی) عالم الغیب ہے وہ غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے (تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے)'' [الجن: 26,27].

معلوم ہوا کہ انبیاء علیھم السلام پر غیب کی بات بذریعہ وحی ظاہر کی جاتی ہے اس لیے معجزات میں غیب کی خبریں ہوسکتی ہیں، اور انبیاء علیھم السلام کے علاوہ کسی پر غیب کی بات ظاہر نہیں کی جاتی اس لیے کرامت میں غیب کی خبر نہیں ہوسکتی، کشف کے ذریعہ غیب کی اطلاع کا دعویٰ جھوٹ ہے.

اسی طرح معجزہ میں نبی عَلَیہِ السَّلَام وحی کی بنا پر دعوٰی کرسکتا ہے کہ میری لاٹھی سانپ بن جائے گی

اور چونکہ ولی اللہ پر وحی نہیں آتی لہذا وہ دعویٰ نہیں کرسکتا.

س: کیا ام موسیٰ اور دیگر غیر نبی پر وحی نہیں آئی؟

ج: اس امت سے قبل ایسا ہوا مگر اب ایسا ممکن نہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے''. صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: ''اچھے خواب'' [بخاری: 6990].

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے'' [بخاری: 6983، مسلم: 2264].

انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہے اور شیطان کا اس میں کوئی دخل ممکن نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے علاوہ مسلمانوں کا خواب شیطان کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے، اس لیے مسلمانوں کا خواب یقینی خبر کا ذریعہ نہیں.

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''جو کوئی برا خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے پھر وہ اس کا نقصان نہ کر سکے گا'' [بخاری: 6985].

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے'' [بخاری: 6984، مسلم: 2261].

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے افراد تھے (جو نبی نہیں تھے لیکن) اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا، اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوتا تو وہ عمر ہوتے'' [بخاری: 3689].

وفات النبی ﷺ

س: ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات کونسی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾.

''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے'' [البقرة: 255].

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالإِكْرَامِ﴾.

''زمین پر جو ہے اس کو فنا ہونا ہے اور صرف تمہارے رب کا چہرہ باقی رہے گا جو صاحب جلال واکرام ہے'' [الرحمن: 26,27].

س: کیا رسول اللہ ﷺ بھی فوت ہو گئے ہیں؟

ج: رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو فوت ہوئے، آپ کی وفات پر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سخت پریشان تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار نکال لی کہ جس نے کہا کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں اس کا سر قلم کر دونگا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی، آپ کا بوسہ لیا پھر رو پڑے.

مسجد نبوی میں آ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو خطبہ دیا، حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''دیکھو مسلمانو جو کوئی تم میں سے محمد ﷺ کو پوجتا تھا تو محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں، اور جو کوئی اللہ کو پوجتا تھا (اس کو کوئی ڈر نہیں) اللہ ہمیشہ زندہ ہے، کبھی مرنے والا نہیں، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَائِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًاوَسَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾.

''اور محمد ﷺ تو صرف اللہ کے پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں، بھلا اگر یہ انتقال فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے (یعنی مرتد ہو جاؤ گے) اور جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا، اللہ شکر گزاروں کو بڑا ثواب دے گا'' [آل عمران: 144].

اور یہ آیت بھی تلاوت کی:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾.

''بیشک آپ بھی فوت ہو جائیں گے اور بیشک یہ بھی مرنے والے ہیں'' [الزمر:30].

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی قسم ایسا معلوم ہوا کہ گویا لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت اتاری ہے یہاں تک کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی، اس وقت لوگوں نے سیکھ لی، پھر تو جس سے سنو وہ یہی آیت پڑھ رہا تھا'' [بخاری:3668،1241].

س: کیا شہید زندہ ہوتے ہیں؟

ج: شہید وہی ہوتا ہے جو جہاد میں کفار کے ہاتھوں قتل ہو جائے، جہاد میں زندہ بچنے والوں کو غازی کہا جاتا ہے، شہید دنیاوی لحاظ سے فوت ہو جاتا ہے' اس کی بیوی بیوہ ہو جاتی ہے، بچے یتیم ہو جاتے ہیں' جائداد تقسیم ہو جاتی ہے' شہید کو لوگ دفن کر دیتے ہیں، معلوم ہوا شہید دنیاوی لحاظ سے فوت ہو جاتا ہے مگر اللہ کے ہاں وہ زندہ ہوتا ہے۔

س: شہید کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے شہید کے بارے میں فرمایا:

﴿بَلْ أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ .

''بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اوران کورزق مل رہا ہے'' [آل عمران: 169].

﴿بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ .

''بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے'' [البقرة: 154].

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شہیدوں کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں، عرش کی قندیلیں ان کے لیے ہیں، ساری جنت میں جہاں کہیں چاہیں کھائیں پیئیں اور ان قندیلوں میں آرام کریں'' [مسلم:1887].

س: کیا شہید دنیا میں آسکتے ہیں؟

ج: شہید دنیا میں نہیں آسکتے.

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے شہیدوں سے دریافت کیا کہ کچھ چاہتے ہو؟ عرض کرنے لگے یا اللہ اور کیا مانگیں' ساری جنت میں جہاں سے مرضی کھائیں پیئں ہمیں اختیار ہے، پھر کیا طلب کریں، اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا، تیسری مرتبہ پھر سوال کیا، جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر مانگے چارہ نہیں ہے تو عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہماری روحوں کو جسموں کی طرف لوٹا دے تا کہ ہم دنیا میں جا کر پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہید ہوں، اب معلوم ہو گیا کہ انہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں اور ان سے پوچھنا چھوڑ دیا کہ کیا چاہتے ہو'' [مسلم:1887].

س: کیا شہید دنیا میں آ کر لوگوں کو جنت کے حالات بتا سکتا ہے؟

ج: شہید کا دنیا سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے، وہ دنیا میں آ کر لوگوں کو جنت کے حالات نہیں سنا سکتا، اسی لیے جب ایک شہید جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو حسرت بھرے انداز میں کہتا ہے:

﴿قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ، بِمَا غَفَرَلِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ﴾.

''کہنے لگا اے کاش میری قوم کو خبر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور عزت والوں میں سے کر دیا'' [یس: 26,27].

معلوم ہوا فوت ہونے والوں کا زندہ لوگوں سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا، ورنہ یوں وہ حسرت کے کلمات نہ کہتے.

حقیقت وسیلہ

س: جس طرح بادشاہ سے ملنے کے لیے وزیر کی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے کیا اسی طرح اللہ سے ملنے کے لیے اولیاء اللہ کی سفارش کی ضرورت نہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ بادشاہوں جیسا نہیں کیونکہ بادشاہ سلطنت کا مکمل انتظام خود کرنے سے فطرتاً عاجز ہوتا ہے، اسے ایسے معاونین کی ضرورت ہوتی ہے جو نہ صرف امور سلطنت میں اس کی معاونت کرتے ہیں بلکہ درحقیقت یہ لوگ بادشاہ کی حکومت میں شریک ہوتے ہیں اور اس لیے:

[۱] کبھی بادشاہ سفارش قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں.

[۲] کبھی بادشاہ کو سفارش کرنے والے سے کوئی غرض ہوتی ہے.

[۳] کبھی اسے سفارش کرنے والے کی سرکشی کا خوف ہوتا ہے.

[۴] کبھی سفارش کرنے والے کے کسی احسان کا بدلہ دینا مقصود ہوتا ہے.

[۵] اور کبھی وہ سفارش کرنے والے کی محبت میں مجبور ہو کر قانون تبدیل کر کے اس کی سفارش قبول کرتا ہے.

جب کہ اللہ کے متعلق ایسا سوچنا کفر وشرک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَٰعَةٌ وَالْكَٰفِرُونَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ﴾.

”اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمہیں دیا اس کو اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہو گا نہ دوستی اور نہ سفارش کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں“ [البقرة: 254].

س: قیامت کے دن کون لوگ سفارش کر سکیں گے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے قیامت کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾.

''جس دن روح الامین اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو'' [النباء: 38].

فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ﴾ .

''کون ہے جو اس کی جناب میں بغیر اجازت سفارش کر سکے'' [البقرة: 255].

''محمد رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے، اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے، پھر آپ کو حکم ہوگا کہ اپنا سر اٹھاؤ آپ کی بات کو سنا جائے گا، جو مانگو گے وہ دیا جائے گا اور سفارش کرو آپ کی سفارش قبول کی جائے گی'' [بخاری: 4712، مسلم: 194].

س: سفارش کن کے حق میں قبول کی جائے گی؟

ج: سفارش اس کے حق میں قبول ہوگی جس کے لیے اللہ اجازت دے گا:

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾.

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی سوائے اس کو جس کے لیے اللہ اجازت بخشے اور سفارش (سننا) پسند کرے'' [النجم: 26].

یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهٗ﴾ .

''اوراللہ کے ہاں کسی کے لیے سفارش فائدہ نہ دے گی مگراس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے گا'' [سبا: 23].

اورفرمایا: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾.

''وہ [اللہ کے پاس] کسی کی سفارش نہیں کرتے سوائے اس شخص کے جس کے لیے اللہ کی مرضی ہو'' [الأنبياء: 28].

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری سفارش کا فائدہ ہراس شخص کو پہنچے گا جوشرک سے بچ بچا کرزندگی گزارگیا'' [صحیح مسلم:199].

معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی' ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی' لوط علیہ السلام اپنی بیوی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غیر مسلم چچا کی سفارش نہیں کریں گے، دنیا میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منافقین کے لیے قبول نہ ہوئی فرمایا:

﴿إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾.

''تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو اگر ان کے لیے ستر دفعہ بھی معافی چاہو گے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا'' [التوبة: 80].

س: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سفارش کریں گے تو ہم کس سے دعا کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں سفارش کریں.

ج: سفارش اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ .

''کہہ دو کہ شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے'' [الزمر: 44].

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو دعا کے لیے یوں تعلیم دی اے اللہ! میرے متعلق نبی اکرم ﷺ کی سفارش قبول فرما [ترمذی:3578].

س: کیا دنیاوی امور میں زندوں سے سفارش کروانا جائز ہے؟

ج: بالکل جائز ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾.

''جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ (ثواب) پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ (گناہ) پائے گا'' [النساء: 85].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اچھائی کے لیے) سفارش کیا کرو، ایسا کرنے سے تمہیں اجر ملے گا'' [بخاری:1432، مسلم:2627].

لیکن یاد رکھئے دنیاوی امور میں سفارش کا طریقہ کار اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ آخرت میں بھی ویسی ہی سفارش ہوگی، آخرت کی سفارش جس قسم کی ہے اس کی تفصیل آیات واحادیث کی روشنی میں بیان کی جاچکی ہے.

س: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ .

''اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو'' [المائدة: 35].

اس وسیلہ سے کیا مراد ہے؟

ج: وسیلہ اسے کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی چیز کا قرب حاصل کیا جائے، یعنی جو کسی چیز تک

پہنچنے کا ذریعہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ .

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب (وسیلہ) ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' [المائدة: 35].

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''وسیلہ اللہ کا قرب ہے جو اس کی اطاعت اور اس کے پسندیدہ اعمال کے ذریعے حاصل ہوتا ہے'' [ابن کثیر].

معلوم ہوا کہ وسیلہ سے وہ قربت مراد ہے جو ایمان، تقویٰ اور ان نفلی اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو سنت مطہرہ سے ثابت ہوں.

س: وہ کون سی چیزیں ہیں جن کو ہم بطور وسیلہ دعا میں پیش کر سکتے ہیں؟

ج: [ا] بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یوں دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْأَلُکَ بِاَنِّیْٓ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ''.

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کے وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، تیری کوئی اولاد نہیں اور نہ تو کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی تیرے برابر ہے''.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن رہے تھے آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس شخص نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی جو شخص اس وسیلہ سے دعا

کرے گا اللہ قبول فرمائے گا اور جو مانگے گا اللہ ضرور دے گا'' [ترمذی:3475].

[۲] عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری بینائی لوٹا دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی دعا کی: ''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ذریعے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے، اے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفارش کر رہے ہیں وہ قبول فرما'' [ترمذی:3578].

مگر یاد رکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا وسیلہ صرف آپ کی زندگی میں تھا، آپ کی وفات کے بعد دورِ عمر رضی اللہ عنہ میں قحط پڑا تو عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہما سے دعا کروائی اور خود بھی عرض کیا:

''اے اللہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طرف وسیلہ بناتے تھے اور تو بارش برساتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، اے اللہ بارش بھیج'' پھر بارش ہوئی [بخاری:1010].

یہاں بلاشبہ دعا کو وسیلہ بنایا جا رہا ہے اگر ذات کو وسیلہ بنایا جاتا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.

[۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے ساتھ یاد کرتے تھے.

انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے:

''يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِيْثُ''.

”اے زندہ اور قائم رہنے والی ہستی! میں تیری رحمت کے وسیلہ سے مدد کا طلب گار ہوں“

[سنن ترمذی:3524].

[۴] دعا میں نیک کاموں کو بطور وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے، غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں کا واقعہ اس کی بہترین دلیل ہے، انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، ایک چٹان سرک کر غار کے منہ پر آ گئی اور راستہ بند ہو گیا، ان میں سے ایک شخص نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اور دوسرے نے مزدور کے حق کی حفاظت جیسے عمل کو اور تیسرے نے اللہ کے خوف سے، قدرت کے باوجود زنا سے باز رہنے کے عمل کو بطور وسیلہ پیش کر کے دعا کی کہ اگر ہم نے یہ اعمال خالص تیری رضا کے لیے کیے تھے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی

[بخاری:5974، مسلم:2743].

س: کیا دعا میں کسی فوت شدہ نبی علیہ السلام یا ولی کا واسطہ دیا جا سکتا ہے؟

ج: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی یا کسی دوسرے فوت شدہ نبی کی ذات کے وسیلے سے کبھی دعا نہیں کی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد دونوں صورتوں میں آپ کا وسیلہ یکساں ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کی وفات کے بعد آپ کی بجائے آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو دعا کے لیے نہ کہتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیتے.

دعا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آل محمد یا کسی ولی اور پیر کا وسیلہ بعض اوقات انسان کو شرک تک پہنچا دیتا ہے جبکہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی محبوب کے واسطہ کا محتاج ہے جیسا کہ بادشاہ یا افسران بالا ہوتے ہیں، ایسا کہنے سے خالق کی مخلوق سے مشابہت لازم آتی ہے، کیونکہ کسی کو

واسطہ اسی کا دیا جاتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہو یا جس کی محبت میں مجبور ہو جائے، یعنی اس کے نام سے وہ لاچار ہو جائے اور انکار کرنا مشکل ہو، اللہ تعالیٰ ان سب نقائص سے پاک ہے.

س: جب آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو کیا انہوں نے محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا نہیں کی تھی؟

ج: آدم علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ .

''اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے'' [الأعراف: 23].

آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا واسطہ نہیں دیا، یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے موضوع روایات بیان کرتا ہے.

[(التوسل: علامہ ناصر الدین البانی)، حافظ ذہبی، امام ابن تیمیہ نے اسے موضوع کہا].

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی بہت سی دعائیں مذکور ہیں، نماز کے اندر ہر مسلمان بہت سی دعائیں کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے دن کے مختلف اوقات میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بہت سی دعائیں سکھائی ہیں، کسی دعا میں یہ موجود نہیں کہ اے اللہ میری مصیبت کو بحق فلاں، بطفیل فلاں، بصدقہ فلاں، بوسیلہ فلاں دور فرما، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کسی وکیل کی ضرورت نہیں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المؤمنون: 60].

''اور تمہارے رب نے کہا مجھ سے دعائیں کرتے رہو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا''.

س: مسلمانوں کو غلبہ کب نصیب ہوگا؟

ج: مسلمانوں کو غلبہ اس وقت ملے گا جب وہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کریں گے، یعنی:

[۱] توحید باری تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور شرک کی تمام اقسام سے دست بردار ہو جائیں گے.

[۲] توحید کا پرچار کرتے ہوئے عقیدہ کو بنیاد بنا کر کثیر مسلمان ایک جماعت یعنی جسد واحد کی طرح ہو جائیں گے، گویا کہ فرقہ بازی کا جنازہ نکل جائے گا اور خالص توحید کی برکت سے کل دنیا کے اندر بہت سے مسلمانوں کا رخ دین حنیف کی طرف مڑ جائے گا.

[۳] دین اسلام کے لیے لڑنے کی حسب استطاعت تیاری کریں گے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـئًا﴾ .

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے'' [النور: 55].

طاغوت

س: انبیاء علیہم السلام نے قوم کو کیا دعوت دی؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [النحل: 36].

''اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو''.

معلوم ہوا کہ ابن آدم پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی ہے وہ طاغوت سے اجتناب اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے.

س: اللہ پر ایمان لانے کا طاغوت کے انکار سے کیا تعلق ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ پر ایمان اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک طاغوت سے کفر نہ کیا جائے، فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾.

''جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں'' [البقرة: 256].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہے اور اللہ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے ان کا انکار کرے اس کا مال وخون مسلمانوں پر حرام ہو گیا اور اس کے دل کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے [مسلم: 23].

غور فرمایئے کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے سے مال و جان محفوظ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تلوار

سے جان و مال اس وقت محفوظ ہوگا جب ان معبودوں کا انکار کرے جس کو اس کے زمانے کے لوگ پوجتے ہیں، اس حدیث میں ان لوگوں پر واضح دلیل اور صریح حجت ہے جو صرف توحید کی بات کرنا چاہتے ہیں مگر آج کے کلمہ گو اللہ کو چھوڑ کر جن جن کی بندگی کر رہے ہیں ان کی تردید نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس طرح ان کی نظر میں امت میں جوڑ پیدا نہیں ہوتا.

س: طاغوت کسے کہتے ہیں؟

ج: طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اپنی عبادت کیے جانے اور کروائے جانے پر راضی ہو، یعنی طاغوت اُلوہیت کے جھوٹے دعویدار کو کہتے ہیں.

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے اور وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے سب سے بڑے دشمن تھے، اس لیے وہ طاغوت نہیں ہیں چاہے لوگ ان کی بندگی کریں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایک بندے کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اصولاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کو حق سمجھے مگر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے تو یہ فسق ہے اور وہ گناہ گار ہوگا.

دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ اس کی فرمانبرداری سے اصولاً منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن جائے یا کسی اور کی بندگی کرنے لگے یہ شرک و کفر ہے.

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ کی بغاوت کر کے اس کی مخلوق سے اپنی بندگی کروائے جو شخص اس مرتبے پر پہنچ جائے تو وہ طاغوت ہے اور کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک طاغوت کا منکر نہ ہو.

س: سب سے بڑا طاغوت کون ہے؟

ج: شیطان سب سے بڑا طاغوت ہے، جو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے، فرمایا:
﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾.
''اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' [یٰسین: 60].

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان کی اطاعت ہی شیطان کی عبادت ہے، لہذا غیر اللہ کی غیر مشروط اطاعت اس کی عبادت ہے.

س: کیا حکمران بھی طاغوت ہیں؟

ج: وہ جابر اور ظالم حکمران جو فیصلے کے لیے کتاب وسنت کو اپنا ماخذ اور مرجع نہ سمجھے بلکہ انسانوں پر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین نافذ کرے وہ یقیناً طاغوت ہے ایسے حکمران کے بارے میں فرمایا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾.
''اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہیں'' [المائدة: 44].

س: حکمرانوں کو اختلاف کی صورت میں کس چیز کے ذریعے فیصلہ کرنا چاہیے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً﴾ [النساء: 59].
''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے''.

معلوم ہوا جھگڑا کسی چیز میں ہو، جتنا بھی ہو، جیسا بھی ہو اس میں فیصلہ کے لیے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا، اور اس بات کو اللہ اور یوم

آخرت پر ایمان کی شرط قرار دیا اور اس کو دنیا و آخرت میں بھلائی کا سبب قرار دیا۔

پھر جو لوگ اس قانون کی بجائے بشری قوانین کے ذریعے اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں وہ کیسے مومن ہیں؟ اور یہ بھی فرمایا:

﴿فَلا وَ رَبِّکَ لا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ أَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً﴾.

''اے محمد ﷺ! تیرے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں'' [النساء: 65].

اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر اور نفی کے الفاظ کو دوبار استعمال کرتے ہوئے جھگڑوں میں نبی رحمت ﷺ کو حاکم و فیصل نہ بنانے والوں کو خارج از ایمان قرار دیا ہے، اور آپ کے فیصلہ کے سامنے غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا۔

س: اللہ اور رسول ﷺ کی بجائے کسی اور سے فیصلہ کروانا کتنا بڑا جرم ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ أَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ أُنْزِلَ إِلَیْکَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ أَنْ یَتَحَاکَمُوْا إِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ أُمِرُوْٓا أَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ أَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلاً بَّعِیْدًا﴾.

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کتابیں آپ پر اور آپ سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جا کر فیصلہ کروائیں حالانکہ ان کو اس سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور شیطان ان کو دور کی

گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے" [النساء: 60].

یقیناً جو حکمران اللہ کے نازل کردہ دین کے بجائے ان قوانین کو ملک کے عوام پر نافذ کرتے ہیں جو انسانوں نے بنائے ہیں (چاہے وہ مارشل لا ہو یا اسمبلی کا پاس کردہ قانون یا کسی ایک شخص کا بنایا ہوا ہو) وہ طاغوت ہیں، اور جو شخص طاغوت سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے "یزعمون" کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ ایمان کو جھٹلا دیا کہ یہ ایمان دار بنتے ہیں، لیکن یہ طرز عمل اور ایمان ایک بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے، شیطان نے ان کو گمراہ کر دیا ہے، قد أمروا أن یکفروا به فرما کر ہر مسلم پر لازم کر دیا کہ وہ طاغوت سے دشمنی کرے.

یہ طاغوت چاہے دیہاتوں میں قبیلوں کے سرداروں کی پنچایت' ثالثی کمیٹی یا جرگہ ہو جو کتاب وسنت کی بجائے رسم ورواج کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں یا وہ عدالتیں جو اسمبلی کے بنائے ہوئے آئین کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں اور فیصلہ میں کتاب وسنت سے رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتیں' ان سے فیصلہ کروانے والوں کے دعویٰ ایمانی کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے تو خود فیصلہ کرنے والوں کے کلمہ کا کیسے اعتبار ہوگا؟

س: بعض لوگ قصہ یوسف علیہ السلام سے یہ بات نکالتے ہیں کہ طاغوت کی حکومت میں ایک مسلمان کا اسمبلی ممبر بننا یا وزیر بننا جائز ہے؟".

ج: اس بات میں تو کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں کہ جو حاکم بھی شریعت سے بے پروا ہو کر قانون اور دستور حکمرانی مقرر کرے وہ طاغوت ہے اور اس کے بنائے ہوئے قانون کا انکار ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے لیے بھی شرط ایمان ہے، جب حقیقت حال یہ ہے تو کیا ایک کریم ابن کریم ہستی یوسف علیہ السلام کے بارے میں ایسا سوچنا بھی جائز ہوگا کہ وہ فرعونی دستور ونظام کے

نفوذ میں ایک واسطہ ہوں؟ معاذ اللہ! یہ تو صریح ظلم و زیادتی ہے... تفصیلات کچھ بھی ہوں یقیناً وہ نبی کی حیثیت سے طاغوت کے سب سے بڑھ کر انکار کرنے والے اور اللہ کے حکم کے سب سے زیادہ فرمانبردار اور اسے قائم کرنے والے تھے، لہذا ان لوگوں کے لیے جو آج کی طاغوتی حکومتوں کے بنائے ہوئے دساتیر و قوانین کی حلف برداریاں کرتے پھرتے ہیں اور بشری قوانین کو لوگوں پر نافذ کرتے ہیں' یا اس کے مطابق حکم دیتے ہیں، برگزیدہ نبی علیہ السلام کے قصے میں ہرگز کوئی گنجائش موجود نہیں جو اپنے وعظ میں ڈنکے کی چوٹ فرماتے تھے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾. ''حاکمیت کا حق صرف اللہ کے لیے ہے'' [یوسف: 67].

س: کیا علماء کی غیر مشروط اطاعت کی جاسکتی ہے؟

ج: علماء کی غیر مشروط اطاعت ناجائز ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَالۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾.

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو معبود واحد کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ معبود واحد جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ پاک ہے، ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں'' [التوبة: 31].

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ''احبار'' اور ''رہبان'' اپنی طرف سے حلال و حرام قرار دیتے تھے، اور لوگ ان کی بات کو قبول کرتے تھے' معلوم ہوا کہ علماء کی غیر مشروط اطاعت ان کی عبادت ہے خصوصاً جبکہ ان کی وجہ سے شرک کو توحید سمجھ کر قبول کیا جا رہا ہو.

اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنہوں نے حدیث رسول سنی پھر اس کی سند کی صحت معلوم کی پھر اسے چھوڑ کر سفیان رحمہ اللہ یا کسی دوسرے کے قول کو ترجیح دی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾.

''رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے'' [النور: 63].

امام احمد نے فرمایا: ''تمہیں معلوم ہے کہ فتنہ کیا ہے، فتنہ شرک ہے'' [کتاب التوحید].

کسی کو حلال وحرام کرنے کا حق دینا اس کو الٰہ بنانا ہے، اس لیے باطنی فرقے مشرک ہیں جو اپنے اماموں کو حلال وحرام کرنے کا مطلق حق دیتے ہیں، اس طرح ان لوگوں کا شرک بھی لازم آتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کی بجائے اپنے پیروں' درویشوں اور اماموں سے زندگی کے مختلف احکام لیتے ہیں اور طریقت کے مختلف سلسلوں (نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی) سے منسلک ہو کر کتاب وسنت سے آزاد ہو جاتے ہیں اپنے پیروں کے ہی مقرر کردہ طریقوں کو دین سمجھتے ہیں.

اسی طرح قومی اسمبلی کو حق دینا کہ وہ سیاسی' معاشی' دیوانی اور بین الاقوامی قانون بنانے میں کتاب وسنت کی پابند نہیں اور ان کی اکثریت جو قانون بنا دے اس کی اطاعت لازم قرار دینے والے اس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ کے قانون پر چلنا اللہ کی عبادت ہے اور غیر اللہ کے قانون پر چلنا غیر اللہ کی عبادت ہے.

س: طاغوت سے کفر کرنے کا کیا مطلب ہے؟

ج: طاغوت سے کفر کی صورت یہ ہے کہ طاغوت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھا جائے اس سے بغض و عداوت رکھتے ہوئے اس سے علیحدہ رہا جائے، اور بخوشی ان طواغیت کی اطاعت کرنے والوں کو طاغوت کا اولیاء جانا جائے، قول وعمل کے ساتھ طاغوت اور اولیاء الطاغوت سے دشمنی کا اعلان کیا جائے، فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ﴾.

''تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے زار ہیں، ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور جب تک تم اللہ اکیلے پر ایمان نہیں لاتے ہم میں اور تم میں ہمیشہ عداوت اور دشمنی رہے گی'' [الممتحنة: 4].

اسلامی شریعت میں مشرکین سے مخالفت بھی فرض ہے مگر طاغوت سے کفر و براءت اسلام کا فرض اولین ہے، ہو نہیں سکتا کہ کسی موحد کی طاغوت کے ساتھ دوستی ہو، کیونکہ تحریک اسلامی کی ٹکر طاغوت سے ہونا ناگزیر ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جب مصر کی طرف بھیجا تو انہیں فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا کیونکہ وہ طاغوت تھا اور اس کو اللہ کی کبریائی کا درس دینا تھا، فرمایا:

﴿إِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى، فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰٓى أَنْ تَزَكّٰى﴾.

''فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ کیا تو پاکیزگی اختیار کرنے پر تیار ہے؟'' [النازعات: 17,18].

اسلام میں سنت کی اہمیت

س: اللہ کے نزدیک دین کیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الإِ سْلَامُ﴾ .

''بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے'' [آل عمران: 19].

س: کیا اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر عمل جائز ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿إِتَّبِعُوْامَآأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْامِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ﴾ .

''لوگو تمہارے رب کی طرف سے جو نازل ہوا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو'' [الأعراف: 3].

یہ بھی فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ .

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طلب گار ہوگا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا'' [آل عمران: 85].

س: اللہ کے نازل کردہ دین میں محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت کے ساتھ مخصوص فرما کر آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کی مکمل تشریح کا حکم دیا:

﴿وَأَنْزَلْنَآ إِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْھِمْ﴾.

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) نازل ہوئے ہیں وہ لوگوں سے بیان کردو'' [النحل: 44].

آیت کریمہ کے اس حکم میں دو باتیں شامل ہیں:

[۱] الفاظ اور ان کی ترتیب کا بیان یعنی قرآن مجید کا مکمل متن امت تک اس طرح پہنچا دینا جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا.

[۲] الفاظ، جملہ یا مکمل آیت کا مفہوم و معانی بیان کرنا تاکہ امت مسلمہ قرآن حکیم پر عمل کر سکے.

س: قرآن مجید کی جو شرح رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اس کی کیا حیثیت ہے؟

ج: دینی امور میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین اللہ کے حکم کے مطابق ہوتے ہیں:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی، إِنْ ھُوَ إِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾.

''اور وہ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے جو کہتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے'' [النجم: 3,4].

اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰہَ﴾.

''جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی'' [النساء: 80].

یہی وجہ ہے کہ دینی امور میں فیصل کن حیثیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ إِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾.

''پس اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو

اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو'' [النساء: 59].

معلوم ہوا اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کا نام ہے.

س: کیا انبیاء علیہم السلام کو کتب سماوی کے علاوہ بھی وحی آتی تھی؟

ج: یقیناً انبیاء علیہم السلام کو کتب سماوی کے علاوہ بھی وحی آتی تھی اور اس وحی پر عمل بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ کے کلام پر.

کتاب اللہ کے علاوہ وحی کی اقسام میں سے ایک قسم انبیاء کے خواب ہیں ابراہیم علیہ السلام کا خواب ملاحظہ فرمائیں:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ☆ فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ، وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيْمُ☆ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾.

''ابراہیم نے کہا اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے، اس نے کہا ابا جان جو آپ کو حکم ہوا ہے وہ کر گزریئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے، جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں''

[الصافات: 102-105].

اس آیت میں خواب میں بیٹے کو ذبح کیے جانے والے عمل کو اللہ کا حکم کہا گیا ہے.

س: کیا رسول اللہ ﷺ پر بھی خواب میں وحی ہوئی؟

ج: رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک دفعہ خواب دیکھا کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہو کر طواف کر رہے ہیں چونکہ یہ خواب بھی وحی کی قسم میں سے تھا لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بہت خوش ہوئے، ۱۴۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے لیکن کفار مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک دیا اور وہاں صلح حدیبیہ ہوئی جس کی رو سے یہ طے پایا کہ آپ اس سال کی بجائے اگلے سال بیت اللہ کا طواف کریں گے، آپ کے خواب کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں تردد پیدا ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے ہمیں خبر نہیں دی تھی کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے، آپ نے فرمایا ہاں میں نے تمہیں بتایا تھا مگر میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ایسا اسی سفر میں ہوگا، واپسی پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْ يَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ [الفتح: 27].

''بلاشبہ اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تم ضرور مسجد حرام میں امن وامان سے داخل ہونگے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا'' [بخاری:2732].

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی خواب میں وحی ہوئی.

س: کیا قرآن حکیم کے علاوہ وحی کے ذریعے احکامات بھی نازل ہوئے؟

ج: بلاشبہ قرآن مجید کے علاوہ بھی احکامات نازل ہوئے، مثلاً مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا جس کی طرف ہجرت کے بعد ۱۶، ۱۷ ماہ تک منہ کر کے مسلمان نماز ادا کرتے رہے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم قرآن حکیم میں نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ

عَلٰی عَقِبَیۡهِ﴾ .

''اور ہم نے وہ قبلہ جس پر آپ اب تک تھے اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے'' [البقرۃ: 143].

معلوم ہوا کہ بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم اللہ نے بذریعہ وحی خفی دیا.

س: کیا سنت کے بغیر قرآن حکیم کو سمجھا جا سکتا ہے؟

ج: سنت کے بغیر قرآن حکیم سمجھنا ممکن نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد سب سے زیادہ تاکید 'اقامت صلوٰۃ' کی فرمائی مگر سنت کے بغیر اس حکم پر عمل ممکن نہیں، چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰی﴾.

''نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص وسطیٰ صلوٰۃ کی'' [البقرۃ: 238].

وسطیٰ صلوٰۃ سے کیا مراد ہے، جب تک نمازوں کی کل تعداد معلوم نہ ہو وسطیٰ صلوٰۃ کیسے معلوم ہو سکتی ہے، نمازوں کی تعداد کا ذکر قرآن حکیم میں صراحتاً نہیں، معلوم ہوا کہ وحی خفی کے ذریعے مسلمانوں کو اطلاع دی ہوئی تھی. اسی طرح فرمایا:

﴿وَإِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡأَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡكُمۡ جُنَاحٌ أَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾.

''جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو'' [النساء: 101].

اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ نماز کو سفر میں کتنا کم کیا جائے پھر صلوٰۃ کے کم کرنے کا تصور اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ معلوم ہو سکے کہ پوری نماز کتنی ہے قرآن مجید نمازوں کی رکعتوں کے بارے میں خاموش ہے.

یہ بھی فرمایا: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾.

''اگر تم کو خوف ہو تو نماز پیدل یا سواری پر پڑھ لو لیکن جب حالتِ امن میں ہو تو اسی طریقہ سے اللہ کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا اور جس کو تم پہلے نہیں جانتے تھے'' [البقرة: 239].

اس آیت میں واضح ہے کہ نماز پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر ہے جو بحالت جنگ معاف ہے، اس طریقہ تعلیم کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا، نماز کا طریقہ اور اس کے اوقات وغیرہ قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں پھر اللہ نے کیسے سکھایا' معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آئی ہے. اس آیت پر غور فرمائیے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ .

''اے ایمان والو! جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی آیا کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو'' [الجمعة: 9].

معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کا اہتمام باقی دنوں کے علاوہ خاص درجہ رکھتا ہے، اس کا وقت کون سا ہے؟ بلانے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی رکعات کتنی ہیں؟ قرآن مجید اس سلسلہ میں خاموش ہے اور کوئی شخص آیات قرآنی کے ذریعے اس کی تفصیل نہیں جان سکتا جب تک وہ حدیث کی طرف رجوع نہ کرے.

س: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی قرآن مجید کا مفہوم حدیث کے بغیر نہیں سمجھ سکتے؟

ج: یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی قرآن مجید کا مفہوم سمجھنے کے لیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے محتاج ہیں، قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾.

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے اندر ظلم کی ملاوٹ نہیں کی، وہی امن پانے والے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں'' [الأنعام: 82].

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو ظلم سمجھا، اس لیے یہ آیت ان لوگوں پر گراں گزری، لہذا عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایسا کون ہے کہ جس نے ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نہ کیا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہے بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، کیا تم نے قرآن حکیم میں نہیں پڑھا:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان: 13].

''شرک ظلم عظیم ہے'' [بخاری:32، مسلم:124].

س: کیا سنت قرآن مجید کی آیت میں موجود کسی شرط کو ختم کر سکتی ہے؟

ج: جی ہاں اور اس کی مثال سفر میں نماز قصر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾.

''اور جب تم سفر پر جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کچھ کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر تم کو ایذا دیں گے'' [النساء: 101].

آیت بالا میں نماز قصر ایسے سفر کے ساتھ مشروط ہے جس میں خوف بھی ہو اس لیے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اب تو امن کا زمانہ ہے اور ہم پھر بھی قصر کرتے

ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ ہم حالت امن کے سفر میں قصر کریں، یہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی رعایت ہے پس اس رعایت کو قبول کرو'' [مسلم:686].

س: کیا حدیث قرآن مجید کی کسی آیت کے عام حکم کو مقید کر سکتی ہے؟

ج: جی ہاں اور اس کی مثال قرآن حکیم کی یہ آیت ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا﴾ [المائدة: 38].

''اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے''.

اس آیت میں چوری کا مطلقاً ذکر ہے جبکہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چور کا ہاتھ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر کاٹا جائے'' [بخاری:6789، مسلم:1684].

اس حدیث نے چوری کی سزا کو چوتھائی دینار سے مشروط کر دیا.

س: کیا سنت قرآن حکیم کے حکم سے کسی چیز کو مستثنیٰ کر سکتی ہے؟

ج: جی ہاں اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾.

''تم پر مرا ہوا جانور، خون، سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا جائے حرام ہے'' [المائدة: 3].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہمارے واسطے دو مردار ٹڈی اور مچھلی اور دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں'' [بیہقی].

معلوم ہوا کہ حدیث نے مچھلی اور ٹڈی کو مردار اور کلیجی اور تلی کو خون سے مستثنیٰ قرار دیا، ایک اور مثال پر غور فرمائیں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ .

''پوچھو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیں ان کو کس نے حرام کیا ہے، کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے بھی ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کے لیے ہوں گی'' [الأعراف: 32].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ریشم اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہیں'' [مستدرک حاکم].

اگر حدیث سے رہنمائی نہ لی جائے تو اس آیت سے ریشم اور سونے جیسی حرام چیزوں کو حلال سمجھ لیا جاتا.

س: کیا کوئی سنت صحیحہ قرآن مجید کے خلاف ہوسکتی ہے؟

ج: جو روایت قرآن حکیم اور سنت مطہرہ کے الٹ ہو وہ قول رسول نہیں ہوسکتی، امام بخاری' مسلم اور دیگر ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے اصول حدیث کی رو سے جن احادیث مبارکہ کو صحیح کہا ہے یقیناً وہ قرآن وسنت کے مطابق ہیں، بخاری ومسلم میں صرف صحیح احادیث درج کی گئی ہیں اس لیے ان میں کوئی ایسی روایت نہیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہو، جن لوگوں کو:

[۱] عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا.

[۲] رسول اللہ ﷺ پر ذاتی حیثیت سے جادو کے چند اثرات.

[۳] دجال سے متعلق اور

[۴] عذاب قبر سے متعلق احادیث قرآن حکیم کے خلاف نظر آتی ہیں تو یہ دراصل ان کی کم

علمی اور جہالت ہے یہ وہ روایات ہیں جنہیں تحقیق کے بعد محدثین نے صحیح کہا، یہ قرآن حکیم کے خلاف نہیں بلکہ ان کے خودساختہ مفہوم کے الٹ ہے. درج ذیل آیت پر غور کیجئے:

﴿قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ إِلَّا أَنْ يَّكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾.

''کہو جو احکام مجھ پر نازل ہوئے میں ان میں کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا سوائے مردار، بہتا خون، سور کا گوشت جو ناپاک ہے یا گناہ کی چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکلے تو تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے'' [الأنعام: 145].

سوچیے کیا کتے اور دیگر درندوں کو، کوا اور دیگر نوچنے والے پرندوں کو حرام قرار دینے والی احادیث مبارکہ اس آیت کے خلاف ہیں، اگرچہ ظاہراً ایسا ہی محسوس ہوتا ہے مگر حقیقتاً سنت اور قرآن میں کوئی تضاد نہیں، دونوں کا جمع کرنا لازم ہے، یاد رکھیے جو دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ذریعے امت کو تواتر کے ساتھ ملا، وہی صراط مستقیم ہے جو لوگ اپنی خواہشات اور اھواء کے ساتھ قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرتے ہیں ان کے ہاں سنت کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز ان کی خواہش نفس کے موافق ہو اس کی پیروی کی جائے اور جو ان کے اھواء کے خلاف ہو اسے ترک کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یقیناً ایک وقت آئے گا کہ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے ایک آدمی بیٹھا ہو گا اور میرے احکامات میں سے کوئی حکم اس کے پاس آئے گا یا میرے منع کردہ امور میں سے کسی چیز کا اس کے

سامنے ذکر ہوگا تو وہ کہے گا ہم اسے نہیں جانتے ہم جو اللہ کی کتاب میں حرام پاتے ہیں اسے حرام سمجھتے ہیں، خبردار! جس چیز کو اللہ کے رسول نے حرام قرار دیا وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کی طرح ہے" [ترمذی:2664].

معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ سے مراد قرآن وسنت ہے جس نے ان میں سے صرف ایک کو اختیار کیا اور دوسری کو ترک کیا، اس نے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں کیا' کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے تمسک کا حکم دیتی ہیں، فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: 80].

"جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی".

سبیل المومنین یعنی منہج صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مقام

س: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منہج کی کیا حیثیت ہے؟

ج: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اسلام کی تعلیم دی، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے ''براہ راست'' تربیت یافتہ تھے، لہذا اصحابہ معیاری مسلمان تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ''اقوال وافعال رسول ﷺ'' تابعین نے اخذ کیے اور محدثین نے ان کو جمع کیا، یہ تمام ادوار اسلام کے عروج کے ادوار ہیں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہترین زمانے قرار دیئے، سلف صالحین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریق اور منہج سے وہی شخص انکار کرتا ہے جو قرآن مجید کی من مانی تفسیر کرنا چاہتا ہے.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْراً﴾.

''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور [قیامت کے دن] جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے'' [النساء: 115].

مومنین کے رستے سے مراد اسلام کی وہ تعبیر و تفسیر ہے جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان جمع تھے، جس میں مردوں سے فریاد رسی' قبر پر چلہ کشی اور فیض حاصل کرنے، اور فرمان رسول ﷺ کے سامنے کسی کی رائے کی کوئی حیثیت یا شریعت کے مقابلے میں دنیا کے کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی.

س: کیا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سنت رسول کو بھی وحی یعنی اللہ کی بات سمجھتے تھے؟

ج: جی ہاں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سنت رسول ﷺ کو اللہ کی بات سمجھتے تھے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، صرف ایک ملاحظہ فرمائیں:

ایک عورت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ کیا آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے، آپ نے فرمایا ہاں، وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے شروع سے آخر تک قرآن حکیم کی تلاوت کی ہے مگر اس بات کو کہیں نہیں پایا، پس آپ نے فرمایا اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اس میں ضرور پاتی، کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی:

﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾.

''اور جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ'' [الحشر: 7].

وہ کہنے لگی ہاں تب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ لعنت کرتے ہوئے سنا ہے'' [بخاری: 4886، مسلم: 2125].

یہ بھی واضح ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت میں تفریق نہ کریں، ان دونوں پر عمل فرض ہے اور شریعت اسلامیہ کی بنیاد ان دونوں پر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں دو باتیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، کتاب اللہ اور میری سنت جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہونگے'' [موطا مالک، مستدرک حاکم].

س: رسول اللہ ﷺ نے سنت کی حفاظت کے سلسلے میں کیا اقدام کیے؟

ج: رسول اللہ ﷺ نے سنت کی حفاظت کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی جب بھی کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے یہاں تک کہ وہ مسئلہ سمجھ میں آ جاتا [بخاری: 95].

ایک دفعہ عبدالقیس کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ نے انہیں امور دین کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا اس کو یاد کرو اور اپنے پیچھے آنے والوں کو اس کی خبر دو [بخاری:53، مسلم:17].

یقیناً پیچھے آنے والوں سے مراد آنے والی نسلیں بھی ہیں.

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تشہد یوں سکھاتے جیسے قرآن کی سورت.

[بخاری:6265، مسلم:402].

نو ہجری میں مدینہ میں بہت سے وفود آئے، مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی نو ہجری میں مدینہ میں قیام کر کے آپ ﷺ کی عملی زندگی کا مشاہدہ کیا اور ضروری تعلیم حاصل کی، آپ نے ان سے فرمایا، نماز ایسے پڑھنا جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو[بخاری:631، مسلم:674].

حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر آپ نے خطبہ دیا سامعین کی تعداد سوا لاکھ کے لگ بھگ تھی، خطبہ کے اختتام پر آپ نے فرمایا: حاضر کو چاہیے کہ غائب کو میری باتیں پہنچا دے اس لیے کہ شاید تم کسی ایسے شخص کو بیان کر سکو جو تم سے زیادہ اس کو محفوظ کر سکے[بخاری:1731، مسلم:1679].

یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، محدثین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیان کردہ احادیث کو بالکل محفوظ کر لیا.

س: کیا رسول اللہ ﷺ نے احادیث کی کتابت بھی کروائی؟

ج: رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر احادیث لکھوائیں.

[ا] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب الصدقہ تحریر کروائی، امام محمد بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کی یہ کتاب عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھی اور مجھے عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم نے یہ کتاب پڑھائی اور میں نے اس کو پوری طرح محفوظ کر لیا، خلیفہ عمر بن

عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کتاب کو عمر رضی اللہ عنہ کے پوتوں سالم اور عبداللہ سے لے کر لکھوایا.

[ابوداؤد:3646].

[۲] ابوراشد الحرزنی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے میرے سامنے ایک کتاب رکھی اور فرمایا یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوا کر مجھے دی تھی [ترمذی].

[۳] موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھی [الدار قطنی].

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کتاب کو منگوایا اور اس کو سنا [مصنف ابن ابی شیبہ].

[۴] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل یمن کے لیے ایک کتاب بھی لکھوا کر دی جس میں فرائض سنت اور دیت کے مسائل تحریر تھے، امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا، یہ کتاب ابوبکر بن حزم کے پاس تھی، سعید بن مسیّب نے بھی اس کتاب کو پڑھا [نسائی].

س: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی احادیث لکھیں؟

ج: جی ہاں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو احادیث لکھوائیں.

آپ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''احادیث لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی'' [ابوداؤد:3646].

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو زکوٰۃ کے فرائض لکھ کر دیئے [بخاری]، حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب انس رضی اللہ عنہ کے پوتے ثمامہ سے حاصل کی [نسائی].

خلیفہ الثانی عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زکوٰۃ کے متعلق ایک کتاب تحریر فرمائی تھی، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی کتاب پڑھی[موطا مالک].

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ’ہمارے پاس کوئی چیز نہیں سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں[بخاری:1870،مسلم:1370].

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان نہیں کرتا سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے،اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا[بخاری:113].عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ کتاب ان کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی اور ان کے پڑپوتے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے محدثین رحمہم اللہ علیہم نے اخذ کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلیا.

ایسے واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے.

س: کیا ۲۵۰ سال تک احادیث تحریر میں نہیں آئیں؟

ج: یہ صرف منکرین حدیث کا پروپیگنڈہ ہے، خلفائے راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے احادیث کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا، پھر تابعین کے دور میں کئی کتب لکھی گئیں، موطا امام مالک اب بھی موجود ہے جو صرف ۱۰۰ سال بعد لکھی گئی، ان کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں صرف امام نافع راوی ہیں، انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں امام زہری راوی ہیں، غرض موطا میں سیکڑوں سندیں ایسی ہیں جن میں صحابہ اور امام مالک کے درمیان ایک یا دو راوی ہیں اور وہ زبردست امام ہیں، امام بخاری سے پہلے کی کتب صحیفہ ہمام، صحیفہ صادقہ، مسند احمد، مسند حمیدی، موطا مالک، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، موطا محمد، مسند شافعی آج بھی موجود ہیں، دیگر ائمہ نے

بھی درس و تدریس کا ایسا اہتمام کیا ہوا تھا کہ کوئی کذاب حدیث گھڑ کر احادیث صحیحہ میں شامل نہ کر سکا.

س: اگر احادیث کی اتنی حفاظت ہوئی ہے تو پھر امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث میں سے صرف ۷۲۷۵ احادیث کا انتخاب کیوں کیا اور باقی کو ردی کی ٹوکری میں کیوں پھینکا؟

ج: پہلے تو چھ لاکھ احادیث کی حقیقت سمجھیے، محدثین کی اصطلاح میں ہر سند کو حدیث کہا جاتا ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ایک بات فرمائی جو پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے سنی، ہر صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے ۵‘۵ شاگردوں کو وہ بات سنائی اس طرح تابعین تک اس کی ۲۵ اسناد بن جائیں گی، اب اگر ہر تابعی راوی اپنے ۱۰‘۱۰ شاگردوں کو روایت بیان کرے تو اس طرح اس حدیث کی ۲۵۰ اسناد بن جائیں گی، محدثین کی اصطلاح میں یہ ۲۵۰ احادیث کہلاتی ہیں، اس لیے امام بخاری فرماتے ہیں: مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں [مقدمہ ابن صلاح] اس کا مطلب ہے ایک لاکھ صحیح اسناد یاد ہیں، ان ایک لاکھ میں سے ۷۲۷۵ اسناد صحیح بخاری میں درج کر لیں باقی چھوڑی گئی روایات سے نعوذ باللہ دین کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا صرف ایک لاکھ اسناد میں سے صحیح ترین درج کر لیں، اور یہ بھی درست ہے کہ بعض راویوں نے دین اسلام میں گمراہ کن عقائد داخل کرنے کے لیے حدیث کا سہارا لیا، اسی لیے ضعیف اور من گھڑت روایات کی کثرت ہے، مگر محدثین نے ایسے اصول مقرر کیے کہ کوئی من گھڑت روایت حدیث صحیح کا درجہ نہ پا سکی، امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے صرف احادیث صحیحہ جمع کر کے دین پر چلنے والوں کے لیے مزید آسانی کر دی.

س: کیا صحیح بخاری قرآن حکیم کی طرح لاریب کتاب ہے؟

ج: یقیناً بخاری اور دیگر کتب احادیث میں موجود احادیث صحیحہ کا وہ حصہ جو شرعی احکام پر

مشتمل ہے منزل من اللہ ہے جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان جمع ہیں اور جسے امت سے تلقی بالقبول حاصل ہے مگر صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب قائم کیے، ابواب میں مختلف ائمہ کے اقوال درج کیے پھر اسناد احادیث کا آدھا حصہ ہیں جو منزل من اللہ نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال اور واقعات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی واقعات' ہجرت اور غزوات کے بعض واقعات بھی منزل من اللہ نہیں، ہاں احادیث کا ایک حصہ ایسا ضرور ہے جو منزل من اللہ ہے اور قرآن مجید کی تشریح کے لیے وہ اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر قرآن حکیم کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا، جو لوگ اس وحی کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل قرآن حکیم کی من مانی اور گمراہ کن تفسیر کرنا چاہتے ہیں.

اللہ تعالیٰ ہمیں توحید و سنت کی سمجھ عطا فرمائے اور شرک و بدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ **من أحب للّٰه وأبغض للّٰه وأعطى للّٰه ومنع للّٰه فقد استكمل الإيمان** کے مطابق ہو، آمین.

مصنف کی دیگر کتب

۱ - حب رسول کی آڑ میں مشرکانہ عقائد

اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ توحید سے محبت کی جائے، اوران شبہات کا رد کیا گیا ہے جو عشق رسول کے دعویداروں نے بظاہر محبت رسول کے جذبات ابھار کر محمد کریم ﷺ کی سب سے محبوب شے توحید کی شدید مخالفت اور رسول اللہ ﷺ کی انتہائی ناپسندیدہ شے شرک کی وکالت کرتے ہوئے پھیلائے ہیں.

۲ - نماز نبوی:

طہارت، وضو، غسل اور نماز پر ایک جامع کتاب ہے.

جوانگلش میں *(Prayer of Mohammed)* کے نام سے شائع ہوچکی ہے.

۳ - اسلامی طرزِ زندگی:

رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جس طریقہ سے تزکیہ نفس کیا، احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں اس کتاب میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، کتاب کے مطالعہ سے آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حق جان سکتے ہیں، والدین، اولاد، بیوی، رشتہ داروں اور مسلمانوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں، جن گندے اور قبیح اخلاق سے اللہ کے رسول نے منع کیا ہے، اس

کی تفصیل بیان کی گئی ہے، تربیت کے حوالے سے نادر کتاب ہے.

٤ - کبیرہ گناہ اور نواقض اسلام:

وہ عقائد واعمال جن سے ایک کلمہ گو کافر ہو جاتا ہے نواقض اسلام کہلاتے ہیں، اور کبیرہ گناہ جو وضو، نماز، اور عمرہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ایک مسلمان کو ان سے توبہ کرنی پڑتی ہے اور اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو اس انسان کا حق ادا کرنا توبہ کی قبولیت کے لیے لازمی شرط ہے ان نواقض اسلام اور کبیرہ گناہوں کی تفصیل اس کتاب میں بیان کی گئی ہے.

٥ - ایمان باللّٰہ اور اس کے تقاضے

٦ - اسلام میں ماہ محرم کی شرعی حیثیت

❀ ❀ ❀ ❀ ❀